جولائی 2009ء
معارفِ رضا
مدیر اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری
مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
(کراچی - پاکستان)
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل
25-جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، پوسٹ بکس نمبر-7324، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون : 2725150-21-92+ فیکس : 2732369-21-92+
ای میل : mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ : www.imamahmadraza.net

ہمدرد

ISO 9001:2000
SGS

روح افزا
PAKISTAN
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
شربت روح افزا
رجسٹرڈ
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
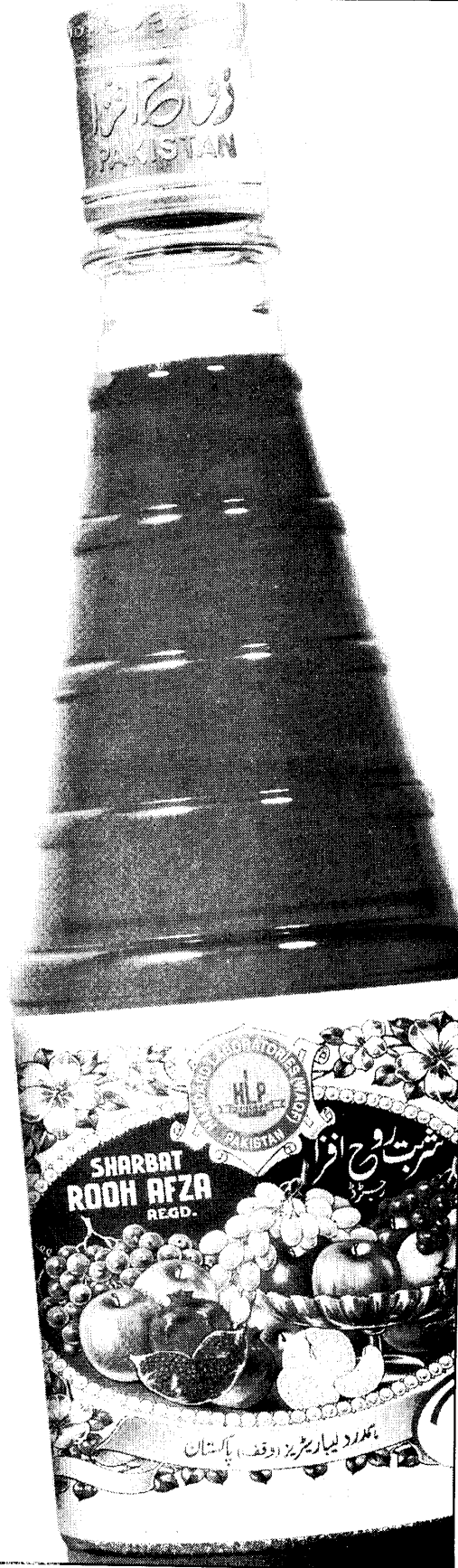
ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا انتیسواں ۲۹ سال

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 29 شمارہ: 7

رجب المرجب ۱۴۳۰ھ / جولائی ۲۰۰۹ء

ہدیہ فی شمارہ:	30 روپے
سالانہ:	عام ڈاک سے: -/300 روپے
	رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک:	30 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ

رقم دستی/ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/ مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامے میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارہ کی مجلسِ تحقیق وتصنیف کرے گی۔ (ادارتی بورڈ)

نعتِ رسول مقبول ﷺ

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہِ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذاتِ خدا غفّار ہے

عرش سا فرشِ زمیں ہے فرشِ پا عرشِ بریں
کیا نرالی طرز کی نامِ خدا رفتار ہے

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں
بَارَکَ اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے
صَدقہ اُن ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

لبِ زلالِ چشمۂ کُن میں گندھے وقتِ خمیر
مُردے زندہ کرنا اے جاں تم کو کیا دشوار ہے

گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

جوشِ طوفاں بحر بے پایاں ہوا نا سازگار
نوح کے مولیٰ کرم کر لے تو بیڑا پار ہے

رحمۃ للعالمین تیری دہائی دب گیا
اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

منقبت

مجدّدِ ملّت حضور محمد احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ)

از: پروفیسر محمد اکرم رضا

زندہ باد اے مفتیِ احمد رضا خاں زندہ باد
مرکزِ انوارِ فطرت، نورِ ایماں زندہ باد

آفتابِ علم سے ہر سُو اُجالا کردیا
جانِ دیں، اے مظہرِ انوارِ قرآں زندہ باد

بُو حنیفہ کے تدبّر کا تھا تُو ہی جانشیں
وقت کے رُومی غزالی تجھ پہ نازاں زندہ باد

یُوں تری نوکِ قلم سے پھوٹتے دیکھے گُلاب
ہے مہکتا جن سے فطرت کا گلستاں زندہ باد

تو محدّث، تُو مفسّر، تو فقیہہِ روزگار
جملہ عُشّاقِ شہِ دیں تجھ پہ نازاں زندہ باد

تجھ پہ الطافِ شہِ کونین کا ہر دم نزول
تیرا ہر قول میں جانِ دل و جاں زندہ باد

تو مدبّر، تُو مفکر، شوکتِ علم الیقیں
آفتابِ نُور کی صبحِ درخشاں زندہ باد

ملّتِ احناف کہ مجبور تھی مقہور تھی
تُو نے بخشا جرأت و ہمّت کا ساماں زندہ باد

ہم بھٹکتے پھر رہے تھے، راستے بے نور تھے
کردیا تو نے عطا جینے کا عنواں زندہ باد

ہے رضؔا کی فکر پر، پرتو فگن تیرا کرم
نازشِ اربابِ حکمت، روحِ دوراں زندہ باد

﴿اپنی بات۔ ۱﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شریعتِ محمدی ﷺ اور فتاویٰ رضویہ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نظامِ مصطفی ﷺ سے متعلق ارشاد فرمایا:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ج وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝ (الحشر: ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس منع فرمائیں باز رہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ [ترجمہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی]

آیت کریمہ میں مسلمانوں کو دو ٹوک حکم ربّانی دیا جارہا ہے کہ اے لوگو! تم کو جو رسول دیں اس کو لے لو یعنی جو احکامات تمہیں دیں، جو دین و شریعت تمہیں سکھائیں اس پر عمل کرو اور جن جن باتوں سے تمہیں منع کریں، ان سے ہمیشہ بچو۔ ایک مسلمان جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ ہے اور اُس سے ڈرتا ہے تو ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کو ضرور مانے اور آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے حکم و عمل کو اپنا حکم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کو شریعتِ محمدی کے لیے قرآن و حدیث کو اپنا ماخذ بنانا ضروری ہے۔ ہر کوئی مسمان از خود تو قرآن و حدیث کے احکامات کو سمجھ نہیں سکتا لہٰذا اس نے اس کا بھی بندوبست فرمادیا کہ ہر زمانے میں تفقہ فی الدین کے عامل لوگوں کو شریعتِ محمدیہ ﷺ سے واقف کراتے رہیں گے۔ ایسے بندوں کی نشاندہی قرآن میں یوں بیان فرمائی گئی:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: ۴۳)

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (کنزالایمان)

اللہ عزوجل نے یہاں عام لوگوں کو دعوت دی ہے کہ جو کچھ تفصیلات تم کو شریعتِ محمدیہ کے متعلق معلوم نہیں ہیں اور تم اس سے آگاہی چاہتے ہو تو ہمارے ان بندوں سے پوچھو جن کو اپنے فضل سے ہم نے علمِ لدنی و علمِ نافع عطا کیا ہے۔ وہ تمہیں شریعتِ مصطفی ﷺ کے متعلق بتائیں گے کہ کس طرح کسی معاملے میں عمل کرنا ہے۔ چنانچہ ایسے علم والوں کی نشاندہی بھی مندرجہ ذیل آیت میں بیان کردی گئی:

يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرۃ: ۲۶۹)

اللہ حکمت دیتا ہے، جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔۔۔ (کنزالایمان)

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے علم و حکمت کے خزانے سے کس کو کتنا نوازے، یہ سب اس کا فضل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝ (آل عمران: ۷۳)

تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
(کنزالایمان)

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے جب دینِ اسلام کی تکمیل کا اعلان مندرجہ ذیل آیت کے ذریعہ فرمایا کہ

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدۃ:۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (کنزالایمان)

تو نبی کریم ﷺ نے اپنے پہلے اور آخری حج کے موقع پر اپنے سب سے بڑے اور آخری بڑے اجتماعِ صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! غور سے سنو! کیا میں نے اللہ کے پیغامات تم تک پہنچا دیے؟ سب نے کہا، اللہ کے رسول نے اپنے رب کے سارے پیغامات پہنچا دیے ہیں، فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں ان کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جسے بعد میں پیغام پہنچے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔''

(ترجمہ خطبہ بحوالہ جانِ عالم از علامہ سید سعادت علی قادری ص ۶۸۰)

نبی آخر زماں ﷺ کے اس آخری خطبہ عام کے پیغام کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوری دیانت کے ساتھ آگے بڑھا دیا۔ خلافت راشدہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ شیدایانِ مصطفےٰ ﷺ نے شریعت محمدی ﷺ کو انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں سو فیصد اپنایا اور آنے والی نسلوں کو یہ سبق دیا کہ شریعت محمدی میں ہی اصل بندگی ہے چنانچہ یہ سلسلہ صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک جاری ہے اور علم نبوت اور دین اسلام کے نائبین اسی کام کو مسلسل انجام دے رہے ہیں۔ اللہ عزوجل ہر زمانے میں اپنے بندوں میں سے چند کا انتخاب فرمالیتا ہے جو شریعت محمدی کو اپنے جسم و جان پر نافذ کرکے پھر اللہ کے بندوں کو اس شریعت کی دعوت فکر و عمل دیتے ہیں۔ رب کریم ان بندوں کو اپنی جانب سے علم لدنی اور علم نافع عطا فرماتا ہے تاکہ وہ سورۃ النحل کی مندرجہ بالا آیت فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی عملی تفسیر بنیں اور شریعت محمدی ﷺ کی حقیقی ترجمانی کریں اور آنے والے تمام مسائل کا حل قوانین مصطفےٰ ﷺ کی روشنی میں تلاش کریں۔

پیشِ نظر تحریر میں ایک ایسی ہی شخصیت کی علمی اور فقہی خدمات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جس نے ۱۴ویں صدی ہجری میں رہتے ہوئے ۱۵ویں صدی ہجری کے لیے بھی شریعت محمدی ﷺ کا ایک مکمل عملی نمائندہ ''فتاویٰ رضویہ'' کی صورت میں ۱۲ ضخیم جلدوں کی صورت میں یادگار چھوڑا ہے۔ جس کو لاہور کی رضا فاؤنڈیشن نے علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں تدوینِ نو کے بعد اور تمام عربی و فارسی عبارتوں کے ترجمے اور تخریجات کے ساتھ ۳۰ جلدوں میں شائع کیا ہے جو یقیناً ایک عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ یہ عظیم الشان فتاویٰ رضویہ جو درحقیقت نظام مصطفےٰ ﷺ کی آئینی تشریحات ہیں امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی

[۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ا۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱) کی ۵۵ سالہ کاوشوں کا نتیجہ ہیں جو انھوں نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے فی سبیل اللہ خدمات انجام دیتے ہوئے عظیم قلمی و علمی سرمایہ چھوڑا ہے پہلے ملاحظہ کیجیے فتاوٰی رضویہ اور صاحب فتاوٰی رضویہ کے متعلق چند اہم معلومات جو اس تحریر کا بنیادی مقصد ہے۔

امام احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی المعروف بہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت مجدد دین و ملت ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی [التوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء] ابن مولانا مفتی رضا علی خاں نقشبندی بریلوی [التوفی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء] نے ۱۴ سال سے بھی کم عمر میں علوم اسلامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۲۸۶ھ میں مسئلہ رضاعت پر پہلا فتویٰ لکھ کر اپنے جد امجد علیہ الرحمۃ کی قائم کردہ "دارالافتاء" (قائم شدہ ۱۲۵۰ھ) کی ذمہ داری اپنے والد ماجد کی موجودگی میں سنبھال لی اور پھر مسلسل ۵۵ برس تک دیگر علمی و قلمی خدمات کے ساتھ ساتھ فتاوٰی نویسی کا سلسلہ جاری رکھا جس کے نتیجے میں فتاوٰی کی ۱۲ ضخیم جلدیں تیار ہو گئیں اور اس علمی خزانے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ قرار دیتے ہوئے اس کا عنوان رکھا:

"العطایا النبویہ فی التفاویٰ الرضویہ"

اس سے قبل کہ فتاوٰی رضویہ کا اجمالی خاکہ پیش کروں پہلے امام احمد رضا محدث بریلوی کے لکھے ہوئے مقدمے سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے جو انھوں نے خطبۃ الکتاب اور صفۃ الکتاب کے عنوان سے لکھے ہیں۔

صفۃ الکتاب:

"بعد ازاں یہ اللہ کی حمد، اللہ کی عطاء، اللہ کی مدد اور اللہ کی حفاظت سے بلند باغ ہیں۔۔۔ ان میں بلند تخت ہیں۔۔۔ اور جابجا رکھی ہوئی مسندیں دین ابراہیمی اور فقہ حنفی کے مسائل سے، اللہ چاہے تو تُو اس میں بہتا چشمہ پائے گا اگلے کریموں کی عمدہ تحقیقات سے۔۔۔ جن کو مجھ سے پہلے کسی آدمی یا جن نے ہاتھ نہ لگایا۔ نوپید چیزوں کے احکام اور مفصل تحقیقوں اور صحیح تنقیحوں اور شاندار تدقیقوں اور یکتا تائیدوں اور احکام کی مضبوطیوں اور اعتراضوں جوابوں سے جو بڑے علم والے بادشاہ نے مجھے الہام کیے علوم اکابر کی خدمت گاری کی برکت سے۔۔۔ اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا بے شک نفس لغزش و خطا کی طرف بکثرت گامزن ہوتا ہے تو اس کا کیا پوچھنا جو مجھ جیسا ہو میرے ظلم و جہل و کمی طاعت و خواری مایہ و کثرتِ گناہ اور غلبۂ عیوب میں، مگر یہ کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اس کا فضل بڑی گنجائش والا۔۔۔ اور میں اس پر اس کی حمد کرتا ہوں اور جو غلطی ہو وہ مجھ سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور میں اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔۔۔ کبھی بھی میرے دل میں یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں یا فقہا کے گروہ سے ہوں یا اماموں کے مقابلے میں مجھے کوئی لفظ کہنا پہنچتا ہے یا حکم و حکمت شرع میں مجھے ان کے ساتھ کچھ مجال ہے۔ میں تو ان کا نام لیوا ہوں اور ان کا طفیلی، انہیں سے لیتا ہوں اور فائدے پاتا ہوں۔ مجھ پر جو فیض آتا ہے انہیں سے آتا ہے اس کی برکت سے مولا نے مجھ پر دروازے کھول دیے اور اسباب آسان کیے اور خدا چاہے تو ہر مسئلہ میں حق کی طرف ہدایت فرمائے۔۔۔ یہ فتاوٰی کتابوں اور بابوں پر مرتب کر دیے گئے ہیں تو ان سے مسئلہ نکالنا آسان۔۔۔ ہمارے سردار و مولیٰ حضرت مولوی محمد نقی علی خاں صاحب

قادری برکاتی نے مجھے چار دہم (۱۴) شعبان کو فتوے لکھنے پر مامور کیا جب کہ سید عالم ﷺ کی ہجرت سے ۱۲۸۶ھ سال تھے اور اس وقت میری عمر کے ۱۴ برس نہ ہوئے تھے کہ میری پیدائش ہجرت کے ۱۲۷۲ھ میں ہے تو میں نے فتوے دینا شروع کر دیے۔۔۔ احباب نے مجلدات کا حجم بھاری دیکھ کر فتاوٰی کو ۱۲ جلدوں پر تقسیم کیا اور میں نے اس کا نام ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' رکھا۔

[ترجمہ: ''صفۃ الکتاب'' فتاوٰی رضویہ جلد اوّل جدید ص ۸۵۔۸۸ مطبوعہ لاہور]

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے ان فتاوٰی میں جن کی تعداد ۶ ہزار سے بھی زیادہ ہے ۲۰۰ سے زیادہ تفصیلی فتاوٰی رسائل کی صورت میں بھی موجود ہیں۔ فتاوٰی تین زبانوں میں یعنی فارسی، اُردو اور عربی زبان میں لکھے گئے ہیں جبکہ کچھ فتاوٰی فارسی اور اُردو منظوم میں بھی تحریر کیے گئے ہیں جو فتاوٰی کی دنیا میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ امام احمد رضا نے ہر مستفتی کا جواب اس کی علمی استعداد کے مطابق دیا ہے۔ اگر کسی عالمِ دین نے سوال کیا ہے تو اس کو قرآن و حدیث اور فقہا کرام کے تمام ممکنہ حوالاجات کے ساتھ جواب دیا ہے جب کہ عام مستفتی کو اس کی اپنی علمی استعداد کے مطابق قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا ہے۔ فتاوٰی رضویہ کو اگر تینوں زبانوں میں علیحدہ علیحدہ شائع کر دیا جائے تو دنیائے عرب و عجم اس سے بھرپور علمی استفادہ کر سکیں گے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کے فتاوٰی رضویہ کی دور حاضر اور ان کے ہمعصر دانشوروں اور اہل علم کی نظر میں کیا اہمیت تھی اور وہ اس فتاوٰی کو ملت اسلامیہ کے لیے کتنا اہم ذخیرہ سمجھتے تھے اختصار سے ان کی آواز ملاحظہ کیجیے، مولوی عبد الحی نزہۃ الخواطر (عربی) میں امام احمد رضا کا تعارف کرانے کے بعد لکھتے ہیں:

''فقہ حنفیہ اور اس کے جزئیات پر جو آگاہی آپ کو حاصل تھی اس کی نظیر آپ کے زمانے میں ملنا ناممکن ہے۔ آپ اس وصف خاص میں ''وحید عصر'' تھے میرے اس قول پر آپ کا مجموعہ ''فتاوٰی رضویہ'' اور خاص کر آپ کا رسالہ ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم'' شاہد ہے''

[نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص ۴۰ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء]

ہندوستان کا مشہور شہرت یافتہ علمی مجلہ ''معارف'' جو اعظم گڑھ انڈیا سے شائع ہوتا تھا اپنے ستمبر ۱۹۴۹ کے شمارے میں امام احمد رضا کی علمی حیثیت اور فتاوٰی رضویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی مولانا جس دِقّتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علمائے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، فقہی جزرسی، استحضار، ذہانت طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے کمالانہ اور محققانہ ''فتاوٰی رضویہ'' مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں''

[ماہنامہ معارف شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۴۳ مطبوعہ انڈیا]

امام احمد رضا کے ایک ہمعصر مؤرخ خواجہ حسن نظامی امام احمد رضا کی علمیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان کی تصنیفات و تالیفات کی خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی

مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنا چاہیے۔"

[ہفت روزہ "خطیب" ۲۲ مارچ ۱۹۱۵ء]

امام احمد رضا کے ایک اور ہمعصر دانشور شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی امام احمد رضا کے فتاویٰ کو ہندوستان کے ذہین فقیہ کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ آپ کی رائے ملاحظہ کیجیے:

"ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ میں نے اُن کے فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ مولانا جب ایک دفعہ رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت ہی غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔"

[مقالات یوم رضا ص ۱۰ مطبوعہ لاہور]

ڈاکٹر محمد اقبال کی اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے دور قریب کے ایک اور دانشور اور مدیر حکیم محمد سعید دہلوی بانی ہمدرد ٹرسٹ و ہمدرد یونیورسٹی نے بھی امام احمد رضا کے فتاویٰ کو سراہتے ہوئے ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا:

"مولانا احمد رضا کی شخصیت بہت جامع تھی۔ وہ اپنے تفقہ اور علم کی وسعت کے اعتبار سے علمائے متاخرین میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے اکثر علمی اور دینی موضوعات پر اہم اور قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن جو تحریریں ان کی شخصیت کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں وہ ان کے فتاویٰ ہیں کہ جو متعدد مبسوط اور ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعہ ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لیے قدیم فقہا جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ ہی خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے۔

آگے چل کر فتاویٰ رضویہ کی اہمیت اور خصوصیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فتاویٰ رضویہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لیے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح با خبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کس علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں۔"

[امام احمد رضا کی فقہی بصیرت از حکیم محمد سعید دہلوی مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴]

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی کے علمی مقام اور بالخصوص ان کے قلمی شاہکار "فتاویٰ رضویہ" پر مملکت پاکستان کے ایک اور دانشور، سابق وفاقی وزیر رائے مذہبی امور اور سابق چیئرمین وفاقی اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان محترم جناب کوثر نیازی کے تاثرات بھی ملاحظہ کریں جو انھوں نے امام احمد رضا، انٹرنیشنل کانفرنس کراچی میں ۱۹۹۱ میں اپنا وقیع مقالہ پیش کرتے ہوئے دیے تھے۔

"میری اپنی ذاتی لائبریری میں دس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں وہ سب مطالعہ سے گذری ہیں۔ ان سب مطالعہ کے دوران امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی کتب نظر سے نہیں گذری تھیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ علم کا خزانہ پالیا اور علم کا سمندر پار کرلیا ہے، علم کی ہر جہت تک رسائی حاصل کرلی ہے مگر جب امام اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کیں اور ان کے علم کے دروازے پر دستک دی اور فیض یاب ہوا تو اپنے جہل کا احساس ہوا اور اعتراف ہوا۔ یوں لگا کہ ابھی تو میں علم کے سمندر کے کنارے کھڑا صرف سیپیاں چن رہا تھا علم کا سمندر تو امام کی ذات ہے۔ امام کی تصانیف کا جتنا مطالعہ کرتا جاتا ہوں عقل اتنی ہی حیران ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ کہے بغیر نہیں رہا تھا کہ امام احمد رضا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع علم دے کر دنیا میں بھیجا ہے کہ علم کی کوئی جہت ایسی نہیں جس پر امام کو مکمل دسترس حاصل نہ ہو اور اس پر کوئی تصنیف نہ لکھی ہو۔ یقیناً آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے صحیح جانشیں تھے جس سے ایک عالم فیض یاب ہوا۔"

[امام العما امام ابو حنیفہ ثانی از مولانا کوثر نیازی مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ص ۴۹]

آگے چل کر امام احمد رضا محدث بریلوی کے فتاوٰی کو فتاویٰ عالمگیریہ پر فوقیت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فقہ حنفیہ میں ہندوستان میں دو کتابیں مستند ترین ہیں ان میں سے ایک "فتاوٰی عالمگیریہ" ہے جو دراصل ۴۰ علما کی مشترکہ خدمت ہے جنھوں نے فقہ حنفی کا ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا۔ دوسرا "فتاوٰی رضویہ" ہے جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام ۴۰ علمانے مل کر انجام دیا وہ اس مردِ مجاہد نے تنہا کر کے دکھا دیا اور یہ مجموعہ فتاوٰی رضویہ حقیقتاً فتاوٰی عالمگیریہ سے زیادہ جامع ہے اور میں نے جو آپ کو "امام ابو حنیفہ ثانی" کہا ہے وہ صرف محبت یا عقیدت میں نہیں کہا بلکہ فتاوٰی رضویہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے امام ابو حنیفہ ہیں۔ آپ کے فتاوٰی میں مختلف علوم وفنون پر جو بحث کی گئی ہے ان کو پڑھ کر بڑے بڑے علما کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کاش کے اعلیٰ حضرت کی حیات اس دور کو میسر آجاتی تاکہ آج کل کے پیچیدہ مسائل حل ہوسکتے کیونکہ آپ کی تحقیق حتمی ہوتی ہے۔ [ایضاً۔ ص ۵۰]

آخر میں پاکستان کی قدیم ترین جامعہ پنجاب کے سابق ڈین اور شعبہ عربی کے سابق صدر اور موجودہ ڈین فیکلٹی آف آرٹس سوشل سائنسز دی یونیورسٹی آف فیصل آباد محترم پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے مقالے سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں انھوں نے فتاوٰی رضویہ کو برصغیر پاک وہند کا نہایت بلند اور منفرد فتاوٰی قرار دیا آپ رقمطراز ہیں:

"فتاوٰی رضویہ کی مطبوعہ مجلدات پر نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وہ یہ کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیان برصغیر پاک وہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاوٰی اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تشریح، ایجاز جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے حسنِ کمال، وسعتِ نظر، عمق، بصیرت، ظرافت، طبع اور جزئیات میں کلیات اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص

رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب وروح کو متاثر کرتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت اور امتیاز ہے جو برصغیر پاک وہند کے مفتیان کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے۔ مگر فتاوٰی رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت ومقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔''

[فتاوٰی رضویہ کا علمی مقام از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ''معارف رضا'' ۱۹۹۴ص ۸۳]

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے جب فتاوٰی رضویہ کا عمیق مطالعہ فرمایا تو آپ نے امام احمد رضا کی فقیہانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو ہر زمان و مکان کا فقیہہ قرار دیا چنانچہ اسی مقالے میں رقمطراز ہیں:

''وقت کی رفتارِ تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتارِ تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتارِ تغیر کا مقابلہ نہ کر سکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان و مکاں کی قید سے آزاد اور ماورا ہے اس لیے یہ شریعت ہر زمان و مکاں کے لیے ہے اس حوالے سے اسلامی شریعت کے ہر فقیہہ کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتارِ تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں ان میں ایک خداداد عبقریت اور دوسرے علم الادیان کے ساتھ ساتھ علم الابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا۔

امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں بتام و کمال موجود ہیں بلکہ وہ ہر زمان و مکاں کے فقیہہ ہیں جس طرح اسلامی شریعت زماں و مکاں کی قید سے آزاد ہے۔

اسی طرح اس کا ماہر فقیہہ جو خداداد عبقریت اور سائنسی علوم خصوصاً طب وریاضی، فلسفہ اور ہیئت کا بھی امام ہیں وہ بھی زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہے۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ''فتاوٰی رضویہ'' اس دعوے پر شاہد و عادل ہیں۔ تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں۔ ان کے تمام فتاوٰی عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لیے نشوونما کا سامان بھی کرتی ہے۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس میدان کے صرف مردِ میدان ہی نہیں بلکہ شہسوار بھی ہیں۔'' [ایضاً ص ۸۵]

قارئینِ کرام! آپ نے امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی فقیہانہ صلاحیتوں اور فتاوٰی رضویہ کے حوالے سے برصغیر پاک و ہند کے ممتاز علما، دانشوران اور اہلِ تحقیق کی فاضلانہ آرا ملاحظہ کیں سب اس بات پر متفق ہیں کہ فتاوٰی رضویہ فقہ حنفی کا مکمل دستور اور شرع کی مکمل تفصیلات کے ساتھ دستاویزی شکل میں موجود ہے۔ جس طرح دو سو سال قبل فتاوٰی عالمگیریہ فقہ حنفی کے دستور کے طور پر نافذ کیا گیا تھا آج شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتاوٰی رضویہ کی صورت میں نہ صرف پاکستان بلکہ ہر اسلامی مملکت میں شریعت محمدی کے طور پر نافذ کیا جاسکتا ہے۔ اب ملاحظہ کیجیے فتاوٰی رضویہ کا ایک اجمالی خاکہ جس میں فقہی اعتبار سے تمام معاشرتی، معاشی، اقتصادی اور عمرانی موضوعات بشمول ایمانیات واعتقادیات پیش کیے گئے ہیں۔

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ
۱۲ مجلدات

جلد اول: کتاب الطہارۃ

باب الوضو، باب الغسل، باب المیاہ، باب التیمم۔

جلد دوم: کتاب الطہارۃ (بقیہ حصہ)

باب المسح علی الخفین، باب الحیض، باب الانجاس، باب الاستنجا۔

کتاب الصلوٰۃ

باب اوقات الصلوٰۃ، باب الاذان والاقامۃ۔

جلد سوم: کتاب الصلوٰۃ (بقیہ حصہ)

باب شروط الصلوٰۃ، باب القبلۃ، باب اماکن الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، باب القرأۃ، باب الامامۃ، باب الجماعت، باب مکروہات الصلوٰۃ، باب الوتر ونوافل، باب احکام المسجد باب ادراک الفریضۃ، باب سجود الشھود، باب سجود التلاوۃ، باب صلوٰۃ المسافر، باب جمعہ والعیدین۔

جلد چہارم: کتاب الجنائز، کتاب الزکاۃ۔

کتاب الصوم: باب احکامات صوم، باب المفسدات الصوم، باب القضا والکفارہ، باب الفدیۃ، باب مکروہات الصوم، باب صوم ونوافل۔

کتاب الحج: باب احکامات حج، باب شرائط الحج، باب الجنیات فی الحج۔

جلد پنجم: کتاب النکاح

باب احکامات النکاح، باب المحرمات، باب الولی، اب الکفالۃ فی النکاح، باب المھر، باب الجھاز۔

کتاب الطلاق:

باب احکامات فی الطلاق، باب ایلا، باب الخلع، باب الظھار، باب العدۃ، باب الحداد، باب الحصانت، باب النفقہ۔

کتاب الایمان: باب النذر، باب الکفارۃ، کتاب الحدود وتعزیر۔

جلد ششم: کتاب السیر، کتاب المفقود، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف۔

جلد ہفتم: کتاب البیوع: باب شرائط البیوع، باب ایجاب و قبول، باب خیار شرط، باب بیع المطلق، باب القرض، باب الربٰو، باب البیع السلم، باب الصرف، باب البیع الفاسد والباطل، بیاب البیع المکروہ باب الاقالہ، باب المرابحہ، باب البیع الوفا۔

کتاب الکفالۃ، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضا۔

جلد ہشتم: کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات والعاریۃ کتاب الھبۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمۃ کتاب المضارعۃ، کتاب الذبائح، کتاب الصید، کتاب الاضحیۃ کتاب العقیقہ۔

جلد نہم: کتاب الکلامیۃ، کتاب الشتیٰ، کتاب الفرائض۔

جلد دہم: کتاب الخطر والاباحۃ

باب اعتقادیات، شرب و طعام ظروف زیورات، لباس، نظر و مس، سلام و تحیت، قصر و ختنۃ، زینت، کسب حصولِ مال، علم و تعلیم، لہو و لعب، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مرض، آدابِ مسجد، صحت و موالات، جھوٹ، غیبت، بدعہدی، ظلم، بغض و تکبر، سلوک و حقوق، ایصالِ

ثواب، مجالسِ میلاد، ذکر و دعا و تلاوہ، رسم و رواج، آثارِ مقدسہ۔

جلد یاز دہم: کتاب المدانیات، کتاب الاشربہ، کتاب الوصایہ، کتاب رہن۔

جلد دواز دہم: متفرقات، فلکیات، نجوم، ہیت، تاریخ، اصلاح معاشرہ۔

قارئینِ کرام! امام احمد رضا محدث بریلوی کے شہرہ آفاق فتاوٰی رضویہ میں ایک مسلم معاشرہ کی زندگی کے انفرادی، اجتماعی معاشرتی، معاشی، اخلاقی، سیاسی اور تمام ہی معاملات زندگی کے مسائل کا حل دستوری شکل میں موجود ہے لہٰذا ان فتاوٰی کو شریعت محمدی، یا آئین محمدی یا نظام مصطفےٰ ﷺ کے طور پر جب اور جہاں چاہیں اور جس مملکت اسلامیہ میں چاہیں نفاذ کر سکتے ہیں۔ خداوند کریم ہم سب مسلمانوں کو اس شریعت محمدی ﷺ کو پہلے اپنی ذات پر اور پھر معاشرتی زندگی میں لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے اس کے نفاذ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

امام احمد رضا کی فقیہانہ بصیرت پر ڈاکٹر حسن رضا اعظمی کے PhD کے مقالے کا آخری اقتباس ملاحظہ کیجیے۔ ڈاکٹر حسن رضا اپنے PhD کے مقالے کا خلاصہ اور نچوڑ پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے فتاوٰی کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے مشہور فقہا کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا وہ اس نتیجہ پر بہت آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ امام ابن ہمام [المتوفی ۸۶۱ھ] کی شان روایت اور رنگ اجتہاد سے مزین فکر جو ان کی خصوصیت تھی ان کے بعد صرف اعلیٰ حضرت کو ملی اور مسائل تنقیح فقہ کی جملہ متداول کتب پر نظر رکھتے ہوئے جو علامہ ابن عابدین شامی [م: ۱۲۵۲ھ] کی ایک مسلمہ خصوصیت تھی اعلیٰ حضرت کے حق میں مقدر ہو گئی گویا اعلیٰ حضرت بہ یک وقت امام ابن ہمام بھی تھے اور امام ابن عابدین شامی بھی''۔

[فقیہ اسلام از: ڈاکٹر حسن رضا اعظمی ص ۴۵۵ مطبوعہ کراچی]

قارئین کرام! امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے بلاشبہ ''فتاوٰی رضویہ'' کی صورت میں فقہ حنفی کے مطابق ایک عظیم علمی سرمایہ ملت اسلامیہ کے لیے چھوڑا ہے جو فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا بھی ہے اور یہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے تا قیامت کارآمد رہے گا۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے حضرت مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی قلمی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبر دار

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بر صغیر کے مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ترایا اور بچایا تھا لیکن امام احمد رضا نے فقہی خدمت کے ذریعہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگایا ہے اور اگر دنیا کے تمام مسلمان اس فتاوٰی کو شریعت محمدی کے طور پر نافذ کر لیں تو دنیا میں سرخرو ہوں گے اور اسلام کا علم بلند ہوگا اور فتاوٰی رضویہ عالم اسلام میں ایک عظیم سرمایہ ثابت ہوگا چنانچہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے مندرجہ بالا شعر کی مناسبت سے اعلیٰ حضرت کے فتاوٰی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ

ہے فتاوٰی رضویہ سرمایۂ ملت تمام
اس سے احمد (ﷺ) کی شریعت کا، لیا اللہ نے کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اپنی بات۔۲)

علامہ مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

محبانِ وطن بالخصوص محبانِ صوفیائے کرام کے لیے ایک لمحۂ فکر یہ

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جمعۃ المبارک ۱۲ جون ۲۰۰۹ء کو جب کہ مسلمانانِ برصغیر پاک وہند و بنگلہ دیش ابھی جمعۃ المبارک کی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے، یا بعض علاقوں میں نمازِ جمعہ کی صف بندی بھی نہ کرپائے تھے، یہ خبر محبّانِ پاکستان بالخصوص محبّانِ صوفیائے کرام پر برقِ شرربار بن کر گری کہ وطنِ عزیز مملکتِ خداداد پاکستان کے عظیم سپوت، بین الاقوامی شہرت کے مالک، عظیم دینی اسکالر، جید وباکردار عالمِ دین، اہلِ سنت والجماعت کے قائدین میں امتیازی شان کے مالک، حق گو اور حق پرست مزاج والے، درویشانہ شان والے، حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی نوراللہ مرقدہٗ دیوبندی وہابی جماعت کے ایک دہشت گرد گروہ "طالبان" کے خودکش حملے میں جامِ شہادت نوش فرماکر قرآنی بشارت کے بہ موجب "فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" کے مقام پر فائز ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَرَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔

پاک بین از نظر پاک بمقصود رسید

یہ خبر اس قدر اچانک اور حادثہ اس قدر وحشت ناک اور اندوہ ناک تھا کہ وطنِ عزیز کے ساتھ ساتھ پورے برصغیر کے مسلمانوں پر ایک سوگ کی کیفیت طاری ہوگئی بلکہ عالمِ اسلام نے ہمارے اس عظیم نقصان کو محسوس کیا اور سب نے پُرزور الفاظ میں اِس بہیمانہ قتلِ ناحق کی مذمت کی۔ ادھر وطنِ عزیز میں صوفیائے کرام کے چاہنے والوں پر جو اِس ملک کی اکثریت ہیں، ایک قیامت گزر گئی۔ قائدینِ اہلِ سنت مثلاً جگر گوشۂ محدثِ اعظم، پاکستان، پیرِ طریقت، حضرت صاحبزادہ فضلِ کریم مدظلہ العالی (صدر مرکزی جمعیت علمائے پاکستان)، حضرت مولانا پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، حضرت مولانا سید حامد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ (جانشینانِ غزالیِ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی) علامہ سید شاہ تراب الحق قادری (امیر جماعتِ اہلِ سنت، کراچی، پاکستان)، حضرت علامہ ریاض حسین شاہ صاحب (جنرل سیکریٹری، جماعتِ اہلِ سنت پاکستان)، حضرت مولانا مفتی غلام محمد سیالوی صاحب، علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر معروف شخصیات اور زعمائے اہلِ سنت نے نہایت شدید الفاظ میں اس حادثۂ جانکاہ کی نہ صرف مذمت کی بلکہ صوبائی اور وفاقی حکومتوں سے مطالبہ

کیا کہ ان دشمنِ وطن اور دشمنِ دین وہابی گروہ کے سرغنوں کو گرفتار کرکے عبرت ناک سزا دی جائے اور ان کے خلاف فوجی کاروائی کے ساتھ ساتھ اُن کی پرورش اور تربیت کرنے والے اور ان کے ساتھ مالی تعاون کرنے والے اور ان کی سرپرستی کرنے والی دیوبندی وہابی شخصیات، مدارس اور اداروں کے سربراہان کو بھی گرفتار کرکے انہیں کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔

قارئینِ کرام! اس موقع پر دیوبندی وہابی گروہ کے بعض علماوزعما کے بیانات بھی الیکٹرونک میڈیا اور اخبارات میں نشر ہوئے جن کو سن کر اور پڑھ کر ہر سامع و قاری بین السطور اُن کے اِحساسِ جُرم کو محسوس کرسکتا ہے، چونکہ ان بیان دینے والوں کو خوب علم ہے اور اب دنیا بھر کے میڈیا نے تمام عالم پر یہ اَلَمْ نَشْرَح کردیا ہے کہ یہ ''سپاہِ صحابہ''، یہ ''لشکرِ جھنگوی''، یہ ''جیشِ محمدی''، یہ ''لشکرِ طیبہ'' اور اب جدید ترین ''طالبان'' اور ''محاذِ نفاذِ شریعتِ محمدی''، ان سب دہشت گرد خونخوار ٹولیوں کا تعلق واضح طور پر براہِ راست دیوبندی وہابی یا غیر مقلد وہابیوں کے مدارس، اداروں اور جماعتوں سے ہے۔ ابھی یہ کل کی بات ہے کہ ملٹری آپریشن سے قبل دیوبندی وہابیوں کے سربرآوردہ علماوزعما اپنی ان مذکورہ دہشت گرد ٹولیوں کے سربراہوں سے مذاکرات کرتے رہے ہیں اور اِن کی کوشش یہ رہی ہے کہ نہ تو ان دہشت گرد ٹولیوں کو کالعدم قرار دیا جائے اور نہ اِن کے خلاف ملٹری آپریشن کیا جائے بلکہ ان کو زمینی حقائق تسلیم کرواتے ہوئے حکومت کو باور کرایا جائے کہ گفتگو، مذاکرات اور مصالحت کے ذریعے (ان وحشیوں کی اپنی من مانی تشریح کے مطابق) اسلامی نظام، معاشرت و معیشت اور نظامِ عدل کو نہ صرف نافذ کیا جائے بلکہ ان کے اپنے اپنے علاقوں میں اُن کی مسلح عمل داری کو بھی تسلیم کرتے ہوئے ان کے اپنے لاؤلشکر کے ذریعے ان کے مطلوبہ نظام کو نافذ کرنے کی ذمے داری بھی انہی کے سپرد کردی جائے۔ گویا دوسرے الفاظ میں ''اسٹیٹ وِدِاِن اسٹیٹ'' کے نظریے کو تسلیم کرکے ملک کی سالمیت اور خودمختاری کا سودا کرلیا جائے اور اس طرح پاکستان کے اندر مختلف علاقوں میں نجدی اسٹیٹ کا قیام ممکن ہوسکے جو وہابی نجدی، یہودی، امریکی اور ہندو لابی کے پلان کے تحت مستقبل قریب میں اسلام آباد پر قابض ہوجائے اور پھر جوہری اثاثوں کے بہانے مذکورہ اسلام دشمن طاقتیں پاکستان میں اپنی فوجیں اتار کر اس کے حصے بخرے کردیں (معاذ اللہ)۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ یہ ملکِ عزیز پاکستان برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی غالب مسلم اکثریت اہلِ سنت والجماعت نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر لاکھوں انسانوں کی جانوں کی قربانی کے بعد حاصل کیا ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ وہی اِس کی حفاظت فرمائیں گے۔ چونکہ سید عالم ﷺ کے عشاق اور آپ ﷺ کی اُمت کے اولیاے کرام کے چاہنے والوں نے اپنی عزت اور جان و مال کی قربانی دے کر یہ وطن حاصل کیا ہے لٰہذا اِس کی حفاظت اور استحکام کے لیے بھی ان شاءاللہ تعالیٰ ہم اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کرتے رہیں گے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اس پیارے وطن سے زعماے اہلِ سنت کی دلی محبت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ہم وہابی دہشت گرد اور شدت پسندوں پر یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ہم اُن

کے بزدلانہ ہتھکنڈوں سے نہ ڈرنے والے ہیں نہ گھبرانے والے، ہم اِس آزمائش کی گھڑی میں اپنی حکومت اور بہادر فوج کے شانہ بہ شانہ، مقام محمدِ عربی ﷺ سے بے خبر اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے منکر وہابی شدت پسند ٹولے سے ہر طرح سے نبرد آزما ہونے کے عزم کے ساتھ میدانِ عمل میں آگئے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز دہشت گردی، دہشت گردوں اور ان کے سرپرستوں کے مکمل صفایا تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرم ﷺ کی محبت اور سروں میں وطنِ عزیز کی صیانت و حفاظت کا سودا ہے، اسے کوئی طاقت یا کسی کا خوف نہیں نکال سکتا۔ ع

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود

الحمدللہ اِسی ایمانی جذبے کے تحت حکومتِ وقت کی تائید کے ساتھ ہماری بہادر افواج نے دیوبندی وہابی اور مودودی ٹولے کے شیوخ کے اِس سنہرے خواب کو "شیخ چلّی" کے انڈوں کی طرح چکنا چور کردیا اور ان شاء اللہ تعالیٰ وان شاء رسول الکریم ﷺ۔ اب صبح قیامت تک یہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

اس موضوع پر تمام الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں گذشتہ چند برسوں سے مسلسل یہ بحث رہی ہے کہ آخر دیوبندیوں، وہابیوں کی پاکستان اور بانیانِ پاکستان کے متعلق جارحانہ فکر کیوں ہے؟ تو اب تک جتنے بھی علما، اسکالرز، مؤرخین، دانشوران اور صحافی میڈیا پر آئے، ان کی غالب اکثریت نے دیوبندیوں اور وہابیوں کی پاکستان کے بارے میں منفی سوچ اور رویے کا تجزیہ علامہ اقبال کے ان اشعار کی روشنی میں کیا ہے۔

حسین احمد

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز "دیوبند" حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملّت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی (ﷺ) است

بمصطفیٰ (ﷺ) برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(ارمغانِ حجاز، کلیاتِ اقبال، ص:۸۵۷، اشاعت پنجم، دسمبر ۲۰۰۵ء، فضلی سنز، کراچی)

چنانچہ معروف صحافی اور جنگ اخبار کے کالم نویس ہارون الرشید صاحب نے علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ۱۲ جون ۲۰۰۹ کو جیو ٹی وی کے پروگرام "میرے مطابق" میں گفتگو کرتے ہوئے اِس سوال کے جواب میں کہ آخر طالبان (دیوبندی دہشت گرد ٹولہ) اسلامی مدارس کے تربیت یافتہ ہونے کے باوجود یہ خودکُش حملے، پاکستان کے فوجیوں، پولیس کے سپاہیوں پر کیوں کررہے ہیں اور عوام الناس کی جائداد اور جان و مال کو کیوں نقصان پہنچارہے ہیں، اس کے پیچھے کیا عوامل کارفرما ہیں یا ان کی تشدّد پسندانہ نفسیات کے پس پردہ کیا راز ہے؟ انہوں نے برملا فرمایا کہ اگر کچھ لوگوں کو سچ بتایا جائے تو سمجھتے نہیں اور برا مناتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ (کانگریسی دیوبندی مولانا) حسین احمد مدنی کے پیروکاروں

نے کل بھی قائدِ اعظم اور پاکستان کی مخالفت کی تھی اور قیامِ پاکستان کے بعد بھی آج تک انہوں نے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ تشدد اور دہشت گردی کے ذریعے اس ملکِ خداداد کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں جس کا جدید شکار ملکِ پاکستان کی عظیم دینی، علمی اور سماجی شخصیت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید ہوئے ہیں۔

اِس سے قبل ملک کے معروف صحافی جناب حامد میر اور ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب بھی میڈیا پر اور اخبارات کے کالموں میں اِسی قسم کی گفتگو کر چکے ہیں۔ اِس حق گوئی کی پاداش میں جناب حامد میر صاحب کے خلاف دیوبندیوں نے نہ صرف مظاہرہ کیا بلکہ ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعے انہیں قتل کی دھمکیاں بھی دیں جس کا اظہار حامد میر صاحب نے متعدد کالموں میں کیا اور حال ہی میں علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کی شہادت پر لکھے گئے اپنے ایک کالم (روزنامہ "جنگ"، ۱۴جون ۲۰۰۹ء) میں بھی یہ بات دہرائی ہے۔ لیکن حیرت و افسوس کا مقام یہ ہے کہ دیوبندیوں کے مفتی اعظم رفیع عثمانی صاحب نے ایک ٹی وی چینل پر اس سوال کے جواب میں کہ علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی علیہ الرحمۃ پر یہ خودکُش حملہ کیا اسلام میں جائز ہو سکتا ہے؟ ایک ذو معنی اور مشکوک قسم کا فتویٰ صادر فرماتے ہوئے کہا کہ "اگر یہ خودکُش حملہ تھا تو حرام تھا۔" کیا سمجھے آپ؟ یعنی دیوبندی مفتی رفیع عثمانی صاحب دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ خودکُش حملہ ہی نہیں تھا، یوں ہی کسی نے اُڑا دیا ہے کہ یہ خودکُش حملہ تھا۔ دوسرا پہلو یہ نکلتا ہے کہ اگر علامہ نعیمی شہید کا قاتل بم اس طرح پھینکتا کہ خود نہ مرتا لیکن علامہ نعیمی کو قتل (شہید) کر دیتا تو یہ واردات حرام نہ ہوتی کیوں کہ مفتی صاحب کو علامہ نعیمی مظلوم کی شہادت کا غم نہیں بلکہ اُن کو اِس کا صدمہ اور افسوس ہے کہ ایک دیوبندی دہشت گرد اپنی جان سے کیوں ہاتھ دھو بیٹھا۔ اگر مذکورہ دہشت گرد علامہ نعیمی کو ہینڈ گرنیڈ پھینک کر یا پستول یا کلاشنکوف سے فائر کر کے شہید کر دیتا تو یہ حملہ حرام نہیں بلکہ جائز ہوتا کیوں کہ یہ خودکُش نہیں ہوتا۔ غالباً ان کی نگاہ میں وہ دہشت گرد "اسلام کا مجاہد" تھا اس لیے اس کا زندہ رہ جانا زیادہ اہم اور ضروری تھا بھلے علامہ نعیمی علیہ الرحمۃ جیسے عظیم اور درویش عالمِ دین شہید ہو جاتے۔ اس کے باوجود قاتل گناہ گار نہ ہوتا۔ ایک بار پھر دیوبندی مفتی رفیع عثمانی کا فتویٰ ملاحظہ کریں:

"اگر یہ خودکُش حملہ تھا تو حرام تھا۔"

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ خود سوچیں کہ مفتی رفیع عثمانی کس کے حق میں فتویٰ دے رہے ہیں، قاتل کے یا مقتول و مظلوم کے حق میں؟ یہی وجہ ہے کہ ان مفتیانِ کرام نے سوات اور مالاکنڈ وغیرہ علاقوں میں محاذِ نفاذِ شریعتِ محمدی اور طالبان کے ہاتھوں حضرت پیر سمیع اللہ سمیت سینکڑوں علما و مشائخ کی شہادت اور مزاراتِ اولیا کی بے حرمتی کی مذمت میں آج تک ایک لفظ نہیں کہا۔ بدی، فساد، فتنہ اور غارت گری کے تدارک کے معاملے میں ان کی مجرمانہ خاموشی قوم کو کیا پیغام دے رہی ہے؟

جنونِ ماز کجا شورہائے و ہوز کجاست؟

خلقِ خدا کیا کہہ رہی ہے اور مفتی رفیع عثمانی کیا

فرمارہے ہیں۔ مفتی صاحب کچھ بھی کہتے رہیں لیکن وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں، اگرچہ زبان سے اعتراف نہیں کرتے کہ کہیں اپنوں کی ملامت کا ہدف نہ بن جائیں کہ علامہ محمد سرفراز احمد نعیمی علیہ الرحمۃ تو ناموسِ رسالت کی خاطر جامِ شہادت نوش کر کے "فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" کے مقام پر پہنچ گئے۔ لیکن ان کے قاتل دیوبندی دہشت گرد کے چہرے پر علامہ نعیمی شہید کے خون کے جو سرخ چھینٹے ہیں وہ ہر دیوبندی وہابی کی آستینوں تک پہنچے ہیں چونکہ یہ دہشت گرد دیوبندی مدارس اور دیوبندی اساتذہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ یاد رکھیں کہ علامہ نعیمی اور ان سے قبل حضرت پیر سمیع اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ (سوات) اور دیگر ہزاروں مظلوم شہیدوں کے خون کے داغ دنیائے دیوبندیت اپنے دامن، آستینوں اور چہروں سے قیامت تک نہیں چھڑا سکتی اور یہ خونِ شہیداں کبھی رائیگاں نہ جائے گا۔ یہ عالمِ مکافات ہے، اس خون کا بدلہ قدرت بہت جلد لے گی اور تاریخ میں اس گروہ کو سفاک، قاتل اور خونی گروہ کے نام سے یاد کیا جاتا رہے گا۔ بقول شاعر

جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی شہید علیہ الرحمۃ نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی عظمت اور ناموسِ رسالت کی حفاظت کی خاطر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد یہ کہتے ہوئے کر دی کہ

جان نقد مختصر است حافظ
از بہر نثار خوش نباشد

پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہ اعزاز و اکرام بخشا کہ اہلِ پاکستان بالخصوص مسلمانانِ پاکستان صبح قیامت تک ایسی موت پر رشک کرتے رہیں گے اور قیامت کے روز شافعِ روزِ جزا، سید عالم ﷺ ان کا اعزاز و اکرام اس مقدس گروہ کے فرد کی حیثیت سے فرمائیں گے جن کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔

علامہ نعیمی شہید باادب اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے حضور "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" عرض کرنے کے بعد یوں عرض کناں ہوں گے کہ اے آقا حضور میری آرزو ہے کہ میری کروڑوں جانیں حضور پر نثار ہو جائیں پھر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کا یہ شعر سنائیں گے

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

واضح ہو کہ علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ سے بھی ایک نسبتِ روحانی رکھتے ہیں۔ آپ کے والد حضرت مولانا محمد حسین نعیمی علیہ الرحمۃ مرید و خلیفہ تھے صدرالافاضل حضرت مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے اور صدرالافاضل خلیفۂ اجل تھے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کے۔ سبحان اللہ! گویا زبانِ حال سے فرما رہے ہیں:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
بول بالے مِری سرکاروں کے

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی علیہ

الرحمۃ نے پاکستان، عظمتِ اسلام اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے جہاں اہلِ وطن بالخصوص ملک کے اربابِ بست و کشاد کے لیے ایک مثال قائم کر دی، وہیں علماو مشائخِ اہلِ سنت اور زعمائے صوفیاے باصفا کو بھی دعوتِ فکر و عمل دی ہے۔ انہوں نے یہ فکر دی کہ ہماری زندگیاں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کی امانت ہیں۔ اپنے اکابرین کی یادگار یہ ملک عزیز پاکستان جسے ہم نے قائدِ اعظم کی سربراہی میں حاصل کیا، اس کا استحکام اور حفاظت ہماری اہم ذمہ داری ہے۔

اخلاص و للّٰہیت، سادگی و درویشی، تحمل و تدبر، سنجیدگی و متانت اور اصلاحِ معاشرہ اور تعلیم و تعلم کے فروغ کے لیے جہدِ مسلسل کے پیکر علامہ نعیمی شہید اہلِ سنت والجماعت کے اتحاد و اتفاق کے لیے زندگی بھر کوشاں رہے۔ وہ دوسرے فرقوں کے ساتھ بھی برداشت و رواداری کے قائل تھے بشرطیکہ وہ ہمارے عقائد و نظریات کو نہ چھیڑیں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیائے کرام اور پاکانِ امت کے بارے میں اپنے گستاخانہ نظریات کی ترویج و اشاعت سے باز رہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اب اہلِ سنت والجماعت متحد و منظم ہو کر اپنے حقوق، مدرسہ و مساجد، مزارات و خانقاہ اور اسکول، کالج و جامعات کی حفاظت کے لیے تیار ہو جائیں۔ ایوانِ حکومت سے لے کر عوام الناس کی سطح تک اپنے حقوق کی پاسداری کے لیے سیاسی جدوجہد شروع کر دیں۔ یہ جبھی ممکن ہے کہ جب اہلِ سنت والجماعت کے تمام گروپ اتحاد و اتفاق پیدا کر کے ایک مرکزی قیادت کے تحت منظم ہو جائیں۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ سوات و مالاکنڈ میں اہلِ سنت کے اکابرین، مدارس، خانقاہوں، مساجد کے خلاف دیوبندی وہابی دہشت گرد گروہ کی بربریت اور ظلم و ستم نے اہلِ سنت کی قیادت میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے کا شعور بیدار کر دیا ہے اور علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید علیہ الرحمۃ کی جانفروشی نے اس جذبۂ صادق کو مزید مہمیز دی ہے۔ کچھ ماہ قبل صاحبزادہ فضل کریم زید مجدہٗ کی دعوت پر کراچی، لاہور اور پھر اسلام آباد میں عظیم الشان سنّی علما و مشائخ کانفرنس کے انعقاد نے اتحاد کی ایک نئی شمع جلائی ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز اب علامہ نعیمی کی شہادت کے بعد مزید جوش و خروش، ہوش و خردمندی، اخلاص اور عزم بالجزم کے ساتھ یہ کام آگے بڑھے گا اور اہلِ سنت کی ایک مرکزی قیادت ابھر کر سامنے آئے گی جو مسلکی، سیاسی ہر معاملات میں اہلِ سنت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان علما کی مساعی کو بارآور فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

این نکتہ کشانندۂ اسرار نہان است
ملک است تن خاکی و دیں روح رواں است
تن زندہ و جاں زندہ ز ربط تن و جاں است

با خرقہ و سجادہ و شمشیر و سناں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں. خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز!

(اقبال، زبورِ عجم)

تفسیر رضوی

سورة البقرة

معارف قرآن
من افاضات امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

گذشتہ سے پیوستہ

۴۱۴۷۔ عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: تدعون اللہ تعالیٰ فی لیلکم و نہارکم فان الدعاء سلاح المومن.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۵/۱۹)

۴۱۴۸۔ عن امیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللّٰہ تعالی وجھہ الکریم قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: الدعاء سلاح المومن و عماد الدین و نور السموات و الارض. (ذیل المدعا ص۶)

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور زمین وآسمان کا نور۔

۴۱۴۹۔ عن ام المؤمنین عائشة الصدیقه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: ان اللّٰہ تعالیٰ یحب محلین فی الدعا.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ بکثرت و بار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۴/۱۹)

۴۱۵۰۔ عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم الدعاء مخ العبادة.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا مغز عبادت ہے۔ فتاویٰ رضویہ ۴/۶۱۷

۴۱۵۱۔ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: ان اللّٰہ تعالیٰ یقول: یا ابن آدم انک ما دعوتنی و رجوتنی غفرت لک، علی ما کان منک و لا ابالی.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے ابن آدم! تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور جب تک مجھ سے امید لگائے رکھے گا۔ میں تیرے گناہ کیسے ہی ہوں معاف فرماتا رہوں گا۔ اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

۴۱۵۲۔ عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: علیکم عباد اللّٰہ بالدعاء.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم پر دعا کرنا لازم ہے۔۱۲م (فتاویٰ رضویہ ۳/۸۵)

۴۱۵۳۔ عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: اکثرمن الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رد کرتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۳/۸۵)

۴۱۵۴۔ عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لا یرد القضاء الا الدعاء.

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے یعنی قضائے معلق۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۱/۱۷۸)

۴۱۵۵۔ عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللّٰہ بالدعاء.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بلا اتر چکی اور جو ابھی نہ اتری دعا سب سے نفع دیتی ہے۔تو دعا اختیار کرو، اے خدا کے بندو!۔

۴۱۵۶. عن ام المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: ان البلاء لینزل فیتلقاه الدعاء فیعتلجان الی یوم القیامة.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک بلا اترتی ہے پھر دعا اس سے جاملتی ہے تو دونوں کشتی لڑتی رہی ہیں قیامت تک۔ یعنی دعا اس بلا کو اترنے نہیں دیتی۔ (ذیل المدعا ص ۱۴)

﴿حوالہ جات وحواشی﴾

۴۱۴۷۔ المستدرک للحاکم، ۱/۶۶۹
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۲۵۹
اتحاف السادة للزبیدی، ۵/۳۰
☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱۰/۱۴۷
الترغیب والترهیب للمنذری، ۲/۴۷۹
☆ المطالب العالیة لابن حجر، ۳۳۳۰
۴۱۴۸۔ الکامل لابن عدی، ۷/۱۶۴
☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱۱/۹۵
الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۱۱۶
☆ تلخیص الحبیر لابن حجر، ۲/۹۵
کشف الخفا للعجلونی، ۱/۲۸۷
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۵/۲۵۶
۴۱۵۰۔ الجامع للترمذی،
باب ما جاء فی فضل الدعاء ۲/۱۷۳
الترغیب والترهیب للمنذری ۲/۴۸۲
☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۲/۲۸۴
۴۱۵۱۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۲/۱۹۳
المسند لاحمد بن حنبل ۵/۱۷۲
☆ السنن للدارمی، ۲/۳۲۲
اتحاف السادة للزبیدی، ۹/۱۷۷
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۲/۴۶۷
۴۱۵۲۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۲/۱۹۳
الدر المنثور للسیوطی، ۱/۱۹۵
☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۵/۳۰
۴۱۵۳۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۲۷۷
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۸۶
تاریخ بغداد للخطیب، ۱۲/۳۶
☆ کنز العمال للمتقی، ۳۱۲۰، ۲/۶۳
۴۱۵۴۔ الجامع للترمذی باب ما جاء لا یرد القضاء الاالدعا ۲/۳۶
السنن لابن ماجه، باب فی القدر، ۱/۱۰
المستدرک للحاکم، ۱/۴۹۳
☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲/۹۷
الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۵۸۷
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۲۷۷
الترغیب والترهیب للمنذری، ۲/۴۸۱
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۱۹۵
۴۱۵۵۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۲/۱۹۳
اتحاف السادة للزبیدی، ۵/۳۰
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۲/۴۸۰
کنز العمال للمتقی، ۳۱۵۶، ۲/۶۸
☆ کشف الخفا للعجلونی، ۱/۴۸۶
۴۱۵۶۔ المستدرک للحاکم، ۱/۶۶۹
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۱۹۵
العلل المتناهیة لابن الجوزی، ۲/۲۶۰
☆ تاریخ بغداد للخطیب، ۸/۴۵۲

﴿جاری ہے......﴾

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

۱۰۔ گناہِ صغیرہ و کبیرہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

گذشتہ سے پیوستہ

۱۹۳. عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: کان فی الکعبۃ صور فأمر النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم عمر بن الخطاب أن یمحوھا فبل عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ثوبا و محاھا بہ فدخلھا صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وما فیھاشیء. (فتاوی رضویہ، حصہ اول ۹/۱۴۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ کے اندر تصاویر مٹانے کا حکم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صادر فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کپڑا پانی میں بھگوکر انکو مٹادیا پھر حضور داخل ہوئے تو اس میں کچھ نہ تھا۔

۱۹۴. عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال: وکان عمر قد ترک صورۃ ابراھیم فلما دخل صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رآھا فقال: یَا عُمَرُ! اَلَمْ اٰمُرْکَ اَنْ لَّا تَدَعَ فِیْھَا صُوْرَۃً ثُمَّ رَأی صُوْرَۃَ مَرْیَمَ فَقَالَ: اُمْحُوْا مَافِیْھَا مِنَ الصُّوَرِ، قَاتَلَ اللّٰہُ قَوْمًا یُّصَوِّرُوْنَ مَالَا یَخْلُقُوْنَ. (فتاوی رضویہ، حصہ اول، ۹/۱۴۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر چھوڑ دی تھی۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل ہوئے اور تصویر دیکھی تو فرمایا: اے عمر! کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ کوئی تصویر نہ چھوڑنا۔ پھر حضرت مریم کی تصویر دیکھی۔ تو فرمایا: جو تصویریں بھی ہیں سب کو مٹادو۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو برباد کرے جوایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جن کو پیدا نہیں کر سکتے۔

۱۹۵. عن اُسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال: ان النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم دخل الکعبۃ فامر نی فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب بہ علی الصور و یقول: قَاتَلَ اللّٰہُ قَوْمًا یُصَوِّرُوْنَ مَالَا یَخْلُقُوْنَ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے تو مجھے حکم دیا۔ میں ایک ڈول میں پانی لیکر حاضر ہوا تو حضور کپڑا تر کر کے تصویروں کو مٹاتے جاتے اور فرماتے: اللہ تعالیٰ اس قوم کو غارت کرے جس نے ایسی چیزوں کی تصویریں بنائیں جن کو پیدا نہیں کر سکتے۔ ۱۲م

۱۹۶. عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: إن المسلمین تجردوا فی الآزر وأخذوا الدلاء فانجروا علی زمزم یغسلون الکعبۃ ظھرھا وبطنھا فلم یدعوا أثرا من المشرکین الا محوہ وغسلوہ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چادریں اتار اتار کر امتثالِ حکمِ اقدس میں سرگرم ہوئے۔ زمزم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آئے اور کعبے کو اندر باہر سے دھویا جاتا۔ یہاں تک کہ مشرکوں کے آثار سب دھوکر مٹادیئے۔ (فتاوی رضویہ، حصہ اول ۹/۱۴۶)

(۲۹) تصویر بنانے والے بدترین مخلوق ہیں

۱۹۷. عن أم المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت: لما اشتکی النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لھا ماریہ، وکانت أُم سلمۃ وأُم حبیبۃ أتتا أرض الحبشۃ فذکرتا من حسنھا وتصاویر فیھا، فرفع رأسہ فقال: اُولٰٓئِکَ اِذَا مَاتَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ

الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِیْہِ تِلْکَ الصُّوَرَ، اُوْلٰئِکَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰہِ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کے زمانے میں بعض ازواج مطہرات نے ماریہ نامی ایک کلیسا کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا: کہ اس کا ظاہری بناؤ سنوار بہت خوب ہے اور اس میں تصویریں ہیں، یہ سنکر حضور نے سرِ اقدس اٹھایا اور فرمایا: ان لوگوں میں جب کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جاتا تو اسکی قبر پر مسجد بناتے پھر اس میں تصویریں بناتے، یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔۱۲م

۱۹۸. عن أسلم مولیٰ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أنا لاندخل الکنائس التی فیھا ھذہ الصور.

حضرت اسلم مولیٰ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم عیسائیوں کے کلیسا میں داخل نہیں ہوتے کہ ان میں یہ تصویریں ہوتی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۴۶/۹

(۳۰) تصویر میں سر ہی اصل ہے

۱۹۹. عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الصورۃ الراس فکل شیء لیس لہ راس فلیس بصورۃ. (فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۴۸/۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سر ہی اصل تصویر ہے تو جس چیز کا سر نہ ہو وہ تصویر نہیں۔۱۲م

۲۰۰. عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ قَالَ: اَتَیْتُکَ الْبَارِحَۃَ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَکُوْنَ دَخَلْتُ اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ عَلَی الْبَابِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِیْہِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ کَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التَّمَاثِیْلِ الَّذِیْ عَلٰی بَابِ الْبَیْتِ فَیُقْطَعُ فَیَصِیْرُ کَھَیْأَۃِ الشَّجَرِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْیُقْطَعْ فَلْیُجْعَلْ وِسَادَتَیْنِ مَنْبُوْذَتَیْنِ تُوْطَئَانِ وَمُرْ بِالْکَلْبِ فَلْیُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۵۰/۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا: میں گذشتہ رات حاضر ہوا تھا اور مجھے گھر میں داخل ہونے سے ان تصویروں ہی نے باز رکھا جو دروازے پر تھیں۔ اور گھر میں ایک پردے پر بھی تصویریں تھیں اور گھر میں ایک کتا بھی تھا۔ لہٰذا آپ حکم فرمائیں کہ اس تصویر کا سر کاٹ دیا جائے جو دروازے پر ہے تاکہ وہ درخت کی شکل پر ہو جائے۔ اور پردے کے بارے میں حکم فرمائیں کہ اسکو کاٹ کر دو مسندیں بنالی جائیں تاکہ انکو روندا جاتا رہے۔ نیز کتے کو نکالنے کا حکم فرمادیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔

﴿حوالہ جات﴾

۱۹۳. المسند لاحمد بن حنبل، ۱/ ۳۶۵ ☆

۱۹۴. المعجم الکبیر للطبرانی، ۱/ ۱۳۰ ☆
مجمع الزوائد للھیثمی، ۵/۱۷۳
التفسیر للقرطبی، ۲/ ۱۱۶ ☆
فتح الباری، للعسقلانی، ۸/ ۱۷

۱۹۵. المصنف لابن ابی شیبۃ، ۸/ ۲۹۶ ☆

۱۹۶. المصنف لابن ابی شیبۃ، ۸/ ☆

۱۹۷. الجامع الصحیح للبخاری، الصلوۃ، ۱/ ۶۲ ☆
الصحیح لمسلم، المساجد، ۱/ ۲۰۱

۱۹۸. الجامع الصحیح للبخاری، صلوۃ، ۱/ ۶۲ ☆

۱۹۹. شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲/ ۳۶۶ ☆

۲۰۰. الجامع للترمذی، الادب، ۲/ ۱۰۴
☆ السنن لابی داؤد اللباس، ۲/ ۵۷۳
شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲/ ۳۶۵
☆ السنن للنسائی، الزینۃ، التصاویر ۲/ ۲۵۵

﴿جاری ہے......﴾

پہلی قسط

رسالہ: انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللّٰہ
(یارسول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں)

مصنف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید موحّد مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہ کلمۂ یا ندا کرتا اور اَلصّلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ یا اسئلک الشفاعۃَ یا رسول اللّٰہ کہا کرتا ہے، یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمے کی وجہ سے کافر و مشرک کہیں اُن کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے روزِ حساب اجر دیے جاؤ گے۔ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للّٰہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی حبیبہ المصطفٰی والہٖ واصحابہ اُولی الصدق والصّفا۔

کلماتِ مذکورہ بے شک جائز ہیں جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفید جاہل یا ضال مضل، جسے اس مسئلے کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو شفاء السقام امام علامہ بقیۃ المجتہدین الکرام تقی الملۃ والدین ابو الحسن علی سبکی و مواہب اللدنیۃ امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری وشرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الٰی دیار المحبوب و مدارج النبوۃ تصانیف شیخ عبد الحق محدث دہلوی و افضل القریٰ شرح اُمّ القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب و کلام علمائے کرام و فضلائے عظام علیہم رحمۃ اللہ العلام کی طرف رجوع لائے یا فقیر کا رسالہ **الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال** مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بہ قدرِ ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے، حدیث صحیح مذیّل بطراز گرانبہائے تصحیح ہے جسے امام نسائی و امام ترمذی و ابنِ ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابو القاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری و مسلم جس میں حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعدِ نماز یُوں کہے:

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمدٍ نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الٰی ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضٰی لی اللھم فشفعہ فِیَّ. [۱]

اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بہ وسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام طبرانی کی معجم میں یوں ہے:

انّ رجلاً کان یَختَلِفُ الیٰ عثمان بن عفّان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃٍ لہٗ وکان عثمان لا یلتفت الیہ ولاینظر فی حاجتہ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فشکیٰ ذٰلک الیہ، فقال لہ عثمان بن حنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اِئتِ المیضاۃ ·

فتوضّأ ثم ائت المسجد فصلّ فيه ركعتين ثم قل اللّٰهم انّى اسئلك واتوجه اليك بنبينا نبى الرحمة يا محمد انّى اتوجه بك الىٰ ربّى فيقضى حاجتى، وتذكر حاجَتك ورُحْ الىّ حتّٰى اَرُوْحَ معك. فانطلق الرجل فصنع ما قال لهٗ ثمّ اتىٰ بابَ عثمان رضى اللّٰه تعالىٰ عنه فجاء البوّابُ حتى اخذهٗ بيدهٖ فادخله علىٰ عثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنه فأجلسهٗ معهٗ على الطّنفسة وقال حاجتك؟ فذكر حاجته فقضا هاله ثمّ قال ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذه الساعة وقال ما كان لك من حاجةٍ فأتنا، ثمّ انّ الرجل خوج من عنده فلقى عثمان بن حنيف رضى اللّٰه تعالىٰ عنه فقال لهٗ جزاك الله خيرا ما كان ينظر فى حاجتى ولا يلتفت الىّ حتّٰى كلّمته فىّ فقال عثمٰن بن حنيف رضى الله تعالىٰ عنه واللّٰه ما كلّمتهٗ ولكن شهدت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واتاه رجل ضريرٌ فشكا اليه ذهاب بصره فقال له النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ائت الميضأة فتوضّأ ثمّ صل ركعتين ثم ادع بهٰذه الدعوات فقال عثمان بن حنيف رضى الله تعالىٰ عنه فو الله ما تفرقنا وطال بنالحديث حتّى دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضرٌّ قط. [۲]

یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المؤمنین نہ اس کی طرف التفات فرماتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انھوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر پھر دُعا مانگ: ''الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے توسّل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے۔'' اور اپنی حاجت ذکر کر، پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔ حاجتمند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لا اقل کبار تابعین میں سے تھے) یُوں ہی کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا، امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا، مطلب پُوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا، اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت اپنا مطلب بیان کیا، پھر فرمایا: جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملے اور کہا اللہ تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تو تمھارے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دُعا کرے، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وہ اندھا نہ تھا۔

﴿حوالہ جات﴾

[۱] جامع ترمذی ابواب الدعوات باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک امین کمپنی دہلی، ۱۹۷/۲
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص۱۰۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعا مکتبۂ اسلامیہ، بیروت ۵۱۹/۱ وصحیح ابن خزیمۃ، باب صلوٰۃ الترغیب ۲۲۶/۲
[۲] الترغیب والترہیب بہ حوالہ الطبرانی الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ حدیث ا مصطفےٰ البابی مصر ۲۷۴/۱-۲۷۲
مجمع الزوائد باب صلوٰۃ الحاجۃ، دارالکتاب بیروت ۲۷۹/۲

﴿جاری ہے......﴾

عصمت انبیاء علیہم السلام اور مرسل امام زہری کا علمی جائزہ

﴿چھٹی اور آخری قسط﴾

از: علامہ مولانا افتخار احمد قادری (شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ غریب نواز)

لیکن امام سیوطی قدس سرہ نے اس حدیث کے نقص و عیب پر ہاتھ رکھا اور کیا عمدہ کلام فرمایا۔ ان کی نظر تنقید بڑی دور رس ہے، ان کی گفتگو بڑی ایمان افروز ہے ملاحظہ ہو:

''اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ''

اس میں دو علتیں ہیں:

(۱) پہلی علت اسناد میں ہے، امام مسلم اس کی تخریج میں بخاری سے منفرد ہیں اور ان کی اس قسم کی منفرد روایتوں پر تنقیدات ہیں اور بلاشبہ یہ روایت انہیں منقود روایتوں میں سے ایک ہے۔

ا۔ ثابت امام و ثقہ ہیں لیکن ابن عدی نے ''کامل'' میں ان کو ضعفا میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کی روایتوں میں بہت سی منکر ہیں، ان سے ضعیف راویوں نے روایت کی ہے، ذہبی نے ''المیزان'' میں اس کی تصریح کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حماد بن سلمہ اگرچہ امام عابد عالم ہیں لیکن ارباب نقد کی ایک جماعت نے ان کی روایتوں پر تنقید کی ہے۔ امام بخاری نے سکوت اختیار کیا ہے اور اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔

حاکم نے ''المدخل'' میں فرمایا امام مسلم نے حماد بن سلمہ سے اصول میں صرف یہی ایک روایت لی ہے ہاں شواہد میں متعدد روایتیں ہیں۔ امام ذہبی نے فرمایا:

حماد ثقہ ہیں، ان کے بہت سے اوہام و اخطا ہیں اور ان کے یہاں منکر روایتوں کی فراوانی ہے، ان کا حفظ و ضبط خراب تھا، چنانچہ لوگ کہتے تھے اوہام و اخطا ان کی تحریروں اور کتابوں میں گھس گئی تھیں، بتایا جاتا ہے کہ ابوالعرجاء کا بیٹا ان کا پروردہ تھا یہی ان کی تحریروں میں دسیسہ کاری کرتا تھا، اس راوی حماد بن سلمہ کی

ایک اور حد درجہ منکر روایت ملاحظہ ہو: عن قتادہ عن عکرمہ عن ابن عباس حضور بیان فرماتے ہیں:

''رَاَیْتُ رَبِّی جعداً أمرد علیہ خضر''۔

''میں نے اپنے رب کو دیکھا گھونگریالے بال والا بے داڑھی سبز لباس میں''۔

معاذ اللہ رب العالمین، ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ زیر بحث حدیث بھی لازماً منکر ہے، مسلم کی بہت سی روایات منکر ہیں۔

(رسائل تسعہ، ص ۱۷۲)

دوسری علت: الفاظِ حدیث میں فرق ''اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ'' یہ الفاظ حضور نے نہیں فرمائے حضور کے الفاظ کچھ اور تھے راوی نے غلط طور سے یہ الفاظ کہہ دیے کیونکہ یہی روایت بطریق معمر عن ثابت عن انس جو وارد ہوئی ہے اس میں ''ان ابی واباک فی النار'' کے الفاظ نہیں ہیں، اس سلسلۂ سند میں معمر زیادہ ثقہ ہیں ان کے حافظے کے بارے میں کوئی تنقید نہیں اور اسی طرح ان کے یہاں ایک بھی منکر روایت نہیں ہے، بخاری و مسلم ان کے بارے میں متفق ہیں، اس لیے ان کے الفاظ زیادہ صحیح اور نقد سے بالاتر ہیں، پھر یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ ہمیں ملی، اس میں صحابی راوی حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں دونوں روایتوں کے الفاظ یکساں ہیں، یہ روایت امام بزار نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں صحیح راویوں۔ رجال صحیح۔ کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور عرض کیا یارسول اللہ میرے باپ کہاں ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں، انہوں نے پھر عرض کیا اور آپ کے والد کہاں ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حیثما مررتَ بقبرِ کافرٍ فبشِّرہُ بالنّار"۔

"تم جس کافر کی قبر سے گزرو اس کو جہنم کی خوشخبری دیدو"۔

امام سیوطی نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے سند بھی مستحکم ہے اور الفاظ بھی درست ہیں اس لیے بعض محدثین فرماتے ہیں اگر حدیث کو ساٹھ طریقوں سے نہ لکھیں تو حدیث کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکتے۔ یعنی راویوں کے اختلافات سند اور الفاظ کو دیکھ کر صحیح مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔ (رسائل تسعہ، ۱۷۴)

رب تعالیٰ امام سیوطی کے درجات میں ترقیاں عطا فرمائے! انہوں نے مسلم کی روایت کا نقص و عیب پکڑا اور اس سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ فرمایا۔

امام سیوطی نے انہیں "رسائل" میں نہ صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ عظیم حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا ایمان ثابت فرمایا ہے بلکہ آپ کے تمام آبا واجداد کے ایمان پر مستحکم دلائل و براہین پیش فرمائے ہیں، استدلال کا ایک جلوہ ملاحظہ ہو:

امام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبائے کرام اہل ایمان تھے، کفران کے قریب بھی نہ آسکا تھا، بہت سے دلائل و براہین میں سے دو ایک یہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ☆ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ
(سورۃ الشعراء، ۲۱۸،۲۱۹)

"وہ جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ اٹھتے ہیں اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کا منتقل ہونا بھی وہ دیکھتا ہے۔"

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کا نور ایک مومن سے دوسرے مومن تک منتقل ہوتا رہا، اس تفسیر کے مطابق یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبائے کرام مومن رہے ہیں، قرآن کی اس دلیل کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی سنیے:

"لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات"

"میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں تک منتقل ہوتا رہا ہوں"۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (سورۃ التوبۃ، ۲۸)۔

"مشرکین نجس ہیں"

امام رازی آخری فقرہ ارشاد فرماتے ہیں:

ثابت ہوگیا ہے کہ آپ کے آبائے کرام میں سے کوئی ایک بھی مشرک نہیں۔ (رسائل تسعہ ص ۱۸۹)

مسلم کی مذکورہ روایت تحریر کرنے کے بعد علامہ سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں ہمیں حق نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین عظیمین کے بارے میں کوئی ایسا لفظ بولیں جس سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ادنیٰ سی بھی اذیت پہنچے اس لیے کہ سرور کائنات نے فرمایا ہے:

"لاتؤذوا الاحیاءَ بالاموات"۔

"تم زندوں کو ان کے مردوں کی وجہ سے ایذا نہ دو۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
(سورۃ الاحزاب ۵۷)

"بے شک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت فرمادی ہے"

خاتمہ

بابِ عقائد کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ کسی اجماعی قطعی یقینی عقیدہ کے خلاف اگر خبر واحد صحیح و مسند بھی ہے تو وہ رد کردی جائے گی، زیرِ بحث روایت تو زیادہ سے زیادہ مرسل ہے، اس لیے عصمتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آنچ لانے والی مرسل روایت یقیناً رد ہوگی، علامہ تفتازانی شرحِ عقائد میں فرماتے ہیں:

"فما نقل عن الانبیاء علیھم السلام مما یشعر بکذب او معصیۃ فما کان منقولا بطریق الآحاد فمردود" (ص ۱۴۱)

"ایسی روایتیں جو انبیا علیہم السلام کے کذب یا معصیت کو بتائیں اگر یہ روایتیں خبر واحد ہیں تو مردود ہیں ان کو ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا۔"

بہت سے علما نے صاف طور سے فرمایا ہے کہ ایک راوی کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے جھوٹ کہا یا غلطی کی یہ بہت آسان ہے اس کے مقابلے میں کہ یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ خطا یا کذب بیانی کی۔

علامہ مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: عصمتِ انبیا قطعی اور اجماعی مسئلہ ہے اور وہ احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ظاہر ہوتا ہے اگر وہ متواتر نہیں بلکہ خبر واحد ہیں تو وہ سب مردود ہیں کوئی بھی قابل قبول نہیں اگرچہ صحیح ہوں۔ تفسیر کبیر میں سورۂ یوسف کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں: جو احادیث خلافِ انبیا ہوں وہ قبول نہیں۔ راوی کو جھوٹا ماننا پیغمبروں کو گنہگار ماننے سے آسان ہے (جاء الحق، ج:۱، ص:۳۹۷)۔

اس بحث کا خاتمہ شیخ الاسلام والمسلمین مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے گراں قدر کلمات پر کرتے ہوئے نہایت سعادت ومسرت محسوس ہو رہی ہے، آپ فرماتے ہیں: بابِ عقائد میں خبر واحد معتبر نہیں، ان کے خاص الفاظ ملاحظہ ہوں:
"آحاد اگرچہ کیسی ہی قوتِ سند ونہایت صحت پر ہوں ان (عقائد) کے معاملے میں کام نہیں دیتیں، یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار"۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۲، ص: ۳۴۶، ۳۴۵)۔

مجددِ اسلام اپنی اس بات پر استدلال فرماتے ہیں: علامہ تفتازانی شرحِ عقائد نسفی میں فرماتے ہیں: "خبرُ الواحدِ علیٰ تقدیرِ إشتمالِہٖ علی جمیعِ الشرائطِ المذکورۃِ فی أصولِ الفقہِ لا یفیدُ إلا الظنَّ ولا عبرۃَ بالظنِّ فی بابِ الاعتقادیّات"۔
"خبر واحد ان تمام شرائط صحت کے ساتھ جو اصولِ فقہ میں درج ہیں صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے اور بابِ عقائد میں ظن کا اعتبار نہیں (یقین مطلوب ہوتا ہے)۔

اعلیٰ حضرت اس کی تائید میں علامہ ملا علی کا قول نقل فرماتے ہیں: ملا علی قاری "منح الروض الازہر" میں فرماتے ہیں:
الآحادُ لا تفیدُ الاعتمادَ فی الاعتقاد۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۲، ص۳۴۶) بابِ عقائد میں خبرِ واحد معتبر اور معتمد نہیں۔
فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ أَوَّلاً وَآخِراً وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَذَوِیْہِ بِدَایَۃً وَنِہَایَۃً، وَبِتَوْفِیْقِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔

افتخار احمد قادری
خادم دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ
۲۵/۶/۱، ۱۴۲۶ھ ۱/۸/۲۰۰۵م

اہل سنت کے جلیل القدر علما کی رحلت

☆ ممتاز عالم دین اور سیاست داں حضرت استاذ العلما علامہ محمد حسن حقانی اشرفی طویل علالت کے بعد بروز جمعرات ۱۷ جمادی الاُخریٰ ۱۴۳۰ھ / ۱۱ جون ۲۰۰۹ء کو عصر اور مغرب کے درمیان کراچی کے ایک مقامی ہسپتال میں رحلت فرماگئے۔ اِنّاللّٰہ واِنّاالیہ راجعون۔

☆ دارالعلوم امجدیہ، کراچی کے مدرّس استاذ العلما حضرت علامہ حلیم احمد اشرفی عرف نانا میاں بھی منگل کے دن ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ / ۹ جون ۲۰۰۹ء کو اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرماگئے۔ اِنّاللّٰہ واِنّاالیہ راجعون۔

☆ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی بعد نمازِ جمعہ ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ / بمطابق ۱۲ جون ۲۰۰۹ء کو جامعہ نعیمیہ، لاہور میں ایک خود کُش حملے میں جامِ شہادت نوش فرماگئے۔ اِنّاللّٰہ واِنّاالیہ راجعون۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے صدر جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں نوری، فنانس سیکریٹری جناب حاجی عبد اللطیف قادری، آفس سیکریٹری ندیم احمد ندیمؔ قادری نورانی اور دیگر اراکین ادارہ دعاگو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنّت الفردوس میں اُن کے درجات بلند کرے اور تمام اہلِ سنت کو بالعموم اور مرحومین کے پس ماندگان کو بالخصوص صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

﴿نوٹ: معارفِ رضا اگست کے شمارے میں تینوں مرحومین کے متعلق خصوصی مضامین شاملِ اشاعت کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ عزوجل﴾

معراجِ محمدی ﷺ رات میں کیوں؟

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سوال (۱): سبحان الذی الخ میں سبحان کے لفظ میں کیا خصوصیت ہے؟

سوال (۲): اور آپ کو رات کو کیوں معراج ہوئی دن کو کیوں نہ ہوئی؟

الجواب:۱

۱...... حضرت عزت جل وعلا اپنے محبوبوں کی مدح سے اپنی حمد فرمایا کرتا ہے اس کی ابتدا کہیں هُوَ الَّذِیْ سے ہوئی ہے جیسے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ۔هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ کہیں تَبٰرَکَ الَّذِیْ سے تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا کہیں حمد سے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یہاں تسبیح سے ابتدا فرمائی ہے کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اس میں ایک صریح نکتہ یہ ہے کہ جو بات نہایت عجب ہوتی ہے اُس پر تسبیح کی جاتی ہے سبحٰن الذی کیسی عمدہ چیز ہے سبحٰن کیسی عجیب بات ہے جسم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے جانا، کرۂ زمہریر طے فرمانا، کرۂ نار طے فرمانا، کروروں برس کی راہ کو چند ساعت میں طے فرمانا، تمام ملک وملکوت کی سیر فرمانا یہ تو انتہائی عجب کی آیاتِ بینات ہیں ہی اتنی بات کہ کفارِ مکہ پر حجت قائم فرمانے کے لیے ارشاد ہوئی کہ شب کو مکۂ معظمہ میں آرام فرمائیں صبح بھی مکۂ معظمہ میں تشریف فرما ہوں اور رات ہی رات بیت المقدس تشریف لے جائیں اور واپس تشریف لائیں کیا کم عجیب ہے اس لیے سبحٰن الذی ارشاد ہوا۔ کفار نے آسمان کہاں دیکھے ان پر تشریف لے جانے کا ان کے سامنے ذکر ایک ایسا دعویٰ ہوتا جس کی وہ جانچ نہ کر سکتے بخلاف بیت المقدس جس میں ہر سال ان کے دو پھیرے ہوتے رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ اور وہ خوب جانتے تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی وہاں تشریف نہ لے گئے تو اس معجزے کی خوب جانچ کر سکتے تھے اور ان پر حجتِ الٰہی پوری قائم ہو سکتی تھی چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ ہی ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیت المقدس تشریف لے جانا اور شب ہی شب میں واپس آنا بیان فرمایا جہاں ابولعین اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ اب ایک صریح حجت معاذ اللہ ان کے غلط فرمانے کی مل گئی ولہٰذا ملعون نے تکذیب ظاہر نہ کی بلکہ یہ عرض کی کہ آج ہی رات تشریف لے گئے، فرمایا، ہاں، کہا اور آج شب میں واپس آئے فرمایا، ہاں، کہا اوروں کے سامنے بھی ایسا ہی فرما دیجیے گا۔ فرمایا ہاں اب اس نے قریش کو آواز دی اور وہ جمع ہوئے اور حضور سے پھر اس ارشاد کا اعادہ چاہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعادہ فرما دیا کافر بغلیں بجاتے صدیق اکبر کے پاس حاضر ہوئے یہ گمان تھا کہ ایسی ناممکن بات سن کر وہ بھی معاذ اللہ تصدیق سے پھر جائیں گے صدیق سے عرض کی آپ نے کچھ اور بھی سنا آپ کے یار فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات بیت المقدس گیا اور شب ہی میں واپس ہوا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ کہا، ہاں۔ وہ حرم میں تشریف فرما ہیں صدیق نے فرمایا اگر انھوں نے یہ فرمایا تو واللہ حق فرمایا یہ تو مکے سے بیت المقدس تک کا فاصلہ ہے میں تو اس پر اُن کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح وشام آسمان کی خبر اُن کے پاس آتی ہے۔ پھر

کافروں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے نشان پوچھے جانتے تھے کہ یہ تو کبھی تشریف لے گئے نہیں، کیونکر بتائیں گے۔ وہ جو کچھ پوچھتے گئے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے گئے۔ کافروں نے کہا واللہ نشان تو پورے صحیح ہیں پھر اپنے ایک قافلے کا حال پوچھا جو بیت المقدس کو گیا ہوا تھا کہ وہ بھی راستے میں حضور کو ملا تھا اور کہاں ملا تھا اور کیا حالت تھی کب تک آئے گا۔ حضور نے ارشاد فرمایا فلاں منزل میں ہم کو ملا تھا اور یہ کہ اتر کو ہم نے اس میں ایک پیالے سے پانی پیا تھا اور اس میں ایک اونٹ بھاگا اور ایک شخص کا پاؤں ٹوٹ گیا اور قافلہ فلاں دن طلوعِ شمس کے وقت آئے گا یہ مدت جو ارشاد ہوئی۔ منزلوں کے حساب سے قافلے کے لیے بھی کسی طرح کافی نہ تھی جب وہ دن آیا کفار پہاڑ پر چڑھ گئے کہ کسی طرح آفتاب چمک آئے اور قافلہ نہ آئے تو ہم کہدیں کہ دیکھو معاذ اللہ وہ خبر غلط ہوئی۔ کچھ جانبِ شرق طلوعِ آفتاب کو دیکھ رہے تھے۔ کچھ جانبِ شام راہِ قافلہ پر نظر رکھتے تھے اُن میں سے ایک نے کہا وہ آفتاب چمکا کہ اُن میں سے دوسرا بولا کہ وہ قافلہ آیا۔ یہ ہوتی ہے سچی نبوت جس کی خبر میں سرِ موفرق آنا محال ہے۔ قادیانی سے زیادہ تو اُن کفارِ مکہ ہی کی عقل تھی وہ جانتے تھے کہ ایک بات میں بھی کہیں فرق پڑجائے تو دعوائے نبوت معاذ اللہ غلط ہوجائے گا مگر یہ جھوٹا نبی ہے کہ جھوٹ کے پھکنے اُڑاتا ہے اور نہ وہ شرماتا ہے اور نہ اسکے ماننے والوں کو اُس کا حس ہوتا ہے بلکہ اور بکمالِ شوخ چشمی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ ہاں ہاں اگلے چارسو انبیا کی بھی پیشن گوئیاں غلط ہوئیں اور وہ جھوٹے یعنی پنجاب کا جھوٹا کذاب نبی اگر دروغ گو نکلا کیا پرواہ ہے اس سے پہلے بھی چارسو نبی جھوٹے گزر چکے ہیں یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جب نبوت اور جھوٹ جمع ہوسکتے ہیں تو انبیا کی تصدیق شرطِ ایمان کیوں ہوئی ان کی تکذیب کفر کیوں ہوئی وَلٰكِنْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ الْمُرْسَلِيْنَ ان عظیم وقائع نے معراجِ مبارک کا جسمانی ہونا بھی آفتاب سے زیادہ واضح کردیا اگر وہ کوئی روحانی سیر یا خواب تھا تو اُس پر تعجب کیا زید وعمرو خواب میں حرمین شریفین تک ہو آتے ہیں اور پھر صبح اپنے بستر پر ہیں رؤیا کے لفظ سے استدلال کرنا اور اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ نہ دیکھنا صریح خطا ہے رؤیا بمعنی رویت آتا ہے اور فتنہ و آزمائش بیداری ہی میں ہے نہ خواب میں لہٰذا ارشاد ہوا سبحن الذی اسری بعبدہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب: ۲

﴿۲...... رات تجلیِ لطفی ہے اور دن تجلیِ قہری اور معراج کمالِ لطف ہے جس سے مافوق متصور نہیں لہٰذا تجلیِ لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصلِ محبّ ومحبوب ہے اور وصال کے لیے عادۃً شب ہی انسب مانی جاتی ہے۔ معراج ایک معجزۂ عظیم قاہرہ ظاہرہ تھا اور سنتِ الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزے کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے ہلاک کردی جاتی ہے اُن پر عذابِ عام بھیجا جاتا ہے جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا۔ معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو یا سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کیے جاتے ایمان تو کفار کے مقدر میں تھا نہیں تو یہ ہی شق رہی کہ ان پر عذابِ عام اترتا اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لیے رحمت (بناکر) جنھیں اُن کا رب فرماتا ہے، وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ ''اے رحمتِ عالم! جب تک تم اُن میں تشریف فرما ہو اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں، لہٰذا شب ہی مناسب ہوئی۔

(فتاوٰی رضویہ (کتاب الشتیٰ) قدیم، جلد ۹، صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸)

×......×......×

دیدارِ الٰہی

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے رسالہ "مُنَبِّهُ الْمُنْيَةِ بِوُصُوْلِ الْحَبِيْبِ اِلَى الْعَرْشِ وَالرُّؤْيَةِ" (المعروف بہ "دیدارِ الٰہی") میں شبِ معراج کے حوالے سے کیے جانے والے اعتراضات کا کافی و شافی جواب دیا ہے۔ ماہِ رجب المرجب کی مناسبت سے ادارہ، "معارفِ رضا" کے قارئین کے افادے کے لیے اس رسالے کا متن شائع کر رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ شبِ معراج نبی ﷺ کا اپنے رب کو دیکھنا کس حدیث سے ثابت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

الاحادیث المرفوعه: امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی قال قال رسول اللہ ﷺ رأیت ربی عزوجل یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، میں نے اپنے ربّ عزوجل کو دیکھا۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ اور علامہ عبد الرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں، یہ حدیث بہ سند صحیح ہے۔ ابنِ عساکر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں لان اللہ اعطی موسی الکلام واعطانی الرویة لوجهه و فضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود بیشک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعتِ کبریٰ و حوضِ کوثر سے فضیلت بخشی وہی محدث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی قال قال رسول اللہ ﷺ قال لی ربی نحلت ابراهیم خلتی وکلمت موسی تکلیما واعطیتک یامحمد کفاحا یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے میرے رب عزوجل نے فرمایا، میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسیٰ سے کلام فرمایا اور تمہیں، اے محمد! مواجہ بخشا کہ بے پردہ و حجاب تم نے میرا جمالِ پاک دیکھا۔ فی مجمع البحار کفاحا ای مواجهة لیس بینهما حجاب ولا رسول ابن مردویہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے راوی سمعت رسول اللہ ﷺ وهو یصف سدرة المنتهی (وذکر الحدیث الی ان قالت) فقلت یارسول اللہ ما رأیت عندها قال رأیت عندها یعنی ربه یعنی رسول اللہ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کا وصف بیان فرماتے تھے۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ حضور نے اُس کے پاس کیا دیکھا۔ فرمایا، مجھے اُس کے پاس دیدار ہوا۔ آثار الصحابہ ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اما نحن بنو هاشم فنقول ان محمدا رای ربه مرتین ہم بنی ہاشم اہلِ بیتِ رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں کہ بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔ ابنِ اسحٰق عبد اللہ بن ابی سلمہ سے راوی ان ابن عمر ارسل الی ابن عباس یسأله هل رای محمد ﷺ ربه فقال نعم یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کرا بھیجا، کیا محمد ﷺ نے

اپنے رب کو دیکھا۔ اُنہوں نے جواب دیا، ہاں۔ جامع ترمذی و معجم طبرانی میں عکرمہ سے مروی۔ اللفظ للطبرانی عن ابن عباس قال نظر محمد الی ربه قال عکرمة فقلت له نظر محمد الی ربه قال نعم جعل الکلام لموسی والخلة لابرهیم والنظر لمحمد (زاد الترمذی) فقد رای ربه مرتین یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ، اُن کے شاگرد، کہتے ہیں، میں نے عرض کی، کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا، ہاں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لیے کلام رکھا اور ابراہیم کے لیے دوستی اور محمد ﷺ کے لیے دیدار اور بے شک محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دوبار دیکھا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے۔ امام نسائی اور امام ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی کی روایت میں ہے واللفظ للبیہقی اتعجبون ان تکون الخلة لابرهیم والکلام موسی والرویة لمحمد ﷺ۔ کیا ابراہیم کے لیے دوستی اور موسیٰ کے لیے کلام اور محمد ﷺ کے لیے دیدار ہونے میں تمہیں کچھ اچنبا ہے۔ حاکم نے کہا، یہ حدیث صحیح ہے۔ امام قسطلانی و زرقانی نے فرمایا، اس کی سند جید ہے۔ طبرانی معجم اوسط میں راوی عن عبد الله بن عباس انه کان یقول ان محمدا ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفواده یعنی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے، بے شک محمد ﷺ نے دوبار اپنے رب کو دیکھا، ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔ امام سیوطی و امام قسطلانی و علامہ شامی و علامہ زرقانی فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام الائمہ ابن خزیمہ و امام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ان محمدا ﷺ رای ربه عزوجل بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ امام احمد قسطلانی و عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں، اس کی سند قوی ہے۔ محمد بن اسحٰق کی حدیث میں ہے ان مروان سأل اباهریرة رضی الله تعالیٰ عنه هل رای محمد ﷺ ربه فقال نعم یعنی مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، فرمایا، ہاں۔ اخبار التابعین مصنف عبدالرزاق میں ہے عن معمر عن الحسن البصری انه کان یحلف بالله لقد رای محمد یعنی امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے، بے شک محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا۔ اِسی طرح امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے کہ حضور اقدس ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں راوی کہ وہ نبی ﷺ کو شبِ معراج دیدارِ الٰہی ہونا مانتے۔ وانه کان یشتد علیه انکارها اور اُن پر اس کا انکار سخت گراں گزرتا (۶ ملتقطا۔ یوہیں کعب احبار عالم کتب سابقہ و امام ابن شہاب زہری قرشی و امام مجاہد مخزومی مکی و امام عکرمہ بن عبد اللہ مدنی ہاشمی و امام عطا بن رباح قرشی مکی اُستاد امام ابو حنیفہ و امام مسلم بن صبیح ابو الضحےٰ کوفی وغیر ہم جمیع تلامذۂ عالم قرآن حبر الامہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں اخرج ابن خزیمة عن عروة بن الزبیر اثباتها وبه قال سائر اصحاب ابن عباس و جزم به کعب الاحبار والزهری الخ اقوال من بعد هم من ائمة الدین امام خلال کتاب السنہ میں اسحٰق بن مروزی سے راوی حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ رویت کو ثابت مانتے اور اُس کی

دلیل فرماتے قول النبی ﷺ رأیت ربی نبی ﷺ کا ارشاد ہے، میں نے اپنے رب کو دیکھا(۱۹ مختصرا۔ نقاش اپنی تفسیر میں اُس امام سند الانام رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی انہ قال اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رای ربہ رأہ رأہ حتی انقطع نفسہ یعنی اُنہوں نے فرمایا، میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا معتقد ہوں نبی ﷺ نے اپنے رب کو اِسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔ امام ابن الخطیب مصری مواہب شریف میں فرماتے ہیں، جزم بہ معمر و آخرون وھو قول الاشعری و غالب اتباعہ یعنی امام معمر بن راشد بصری اور اُن کے سوا اور علما نے اس پر جزم کیا اور یہی مذہب ہے امام اہلِ سنت امام ابو الحسن اشعری اور اُن کے غالب پیرووں کا۔ علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں، الاصح الراجح انہ رای ربہ بعین راسہ حین اسری بہ کما ذھب الیہ اکثر الصحابۃ مذہب اصح وراجح یہی ہے کہ نبی ﷺ نے شبِ اسرا اپنے رب کو بچشمِ سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابۂ کرام کا یہی مذہب ہے۔ امام نووی شرحِ صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبد الباقی شرحِ مواہب میں فرماتے ہیں، الراجح عند اکثر العلماء انہ رای ربہ بعین راسہ لیلۃ المعراج جمہور علما کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی ﷺ نے شبِ معراج اپنے رب کو اِنہیں آنکھوں سے دیکھا ائمہ متاخرین کے جُدا جُدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں اور لفظ اکثر العلما کہ منہاج میں فرمایا کافی ومغنی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کانپور محلہ بنگالی محل مرسلہ حامد علی خاں و کاظم حسین۔ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ہمارے نبی ﷺ کا شبِ معراجِ مبارک عرشِ عظیم تک تشریف لے جانا علمائے کرام و ائمۂ اعلام نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے، یہ محض جھوٹ ہے۔ اُس کا یہ کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجــــواب

بے شک علمائے کرام ائمۂ دین عدول ثقات معتمدین اپنی تصانیف جلیلہ میں اس کی اور اس سے زائد کی تصریحاتِ جلیلہ فرماتے ہیں اور یہ سب احادیث ہیں اگرچہ احادیث مرسل یا ایک اصطلاح پر معضل ہیں اور حدیث مرسل و معضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے۔ خصوصاً جبکہ ناقلین ثقات عدول ہیں اور یہ امر ایسا نہیں جس میں رائے کو دخل ہو تو ضرور ثبوت سند پر محمول اور مثبت نافی پر مقدم اور عدم اطلاع اطلاع عدم نہیں تو جھوٹ کہنے والا محض جھوٹا مجازف فی الدین ہے۔ امام اجل سیدی محمد بوصیری قدس سرہٗ قصیدۂ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

سریت من حرم لیلا الی حرم
کما سری البدر فی داج من الظلم
دبت ترقی الی ان نلت منزلۃ
من قاب قوسین لم تدرک ولم ترم
خفضت کل مقام بالاضافۃ اذ
نودیت بالرفع مثل المفرد العلم
فحزت کل فخار غیر مشترک
وجزت کل مقام غیر مزدحم

یعنی، یارسول اللہ! حضور رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں حرمِ مکۂ معظمہ سے بیت الاقصےٰ کی طرف تشریف فرما ہوئے جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند چلے اور حضور اُس شب میں ترقی فرماتے رہے یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل پہنچے جو نہ کسی نے پائی نہ کسی کو اُس کی ہمت ہوئی۔ حضور نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرمادیا۔ جب حضور رفع کے لیے مفرد علم کی طرح ندا فرمائے گئے حضور نے ہر ایسا فخر جمع کرلیا جو قابلِ شرکت نہ تھا اور حضور ہر اُس مقام سے گزر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا یا یہ کہ حضور نے سب فخر بلا شرکت جمع فرمالیے اور حضور تمام مقامات سے بے مزاحم گزر گئے یعنی عالم امکان میں جتنے مقام ہیں حضور سب سے تنہا گزر گئے کہ دوسرے کو یہ امر نصیب نہ ہوا۔ علامہ علی قاری اُس کی شرح میں فرماتے ہیں ای انت دخلت الباب و قطعت الحجاب الی ان لم تترک غایۃ لساع الی السبق من کمال القرب المطلق الی جناب الحق ولا ترکت موضع رقی و صعود و قیام و قعود لطالب رفعۃ فی عالم الوجود بل تجاوزت ذلک الی مقام قاب قوسین او ادنیٰ فاوحی الیک ربک ما اوحی یعنی حضور نے یہاں تک حجاب طے فرمائے کہ حضرت عزت کی جناب میں قرب مطلق کامل کے سبب کسی ایسے کے لیے جو سبقت کی طرف دوڑے کوئی نہایت نہ چھوڑی اور تمام عالم وجود میں کسی طالب بلندی کے لیے کوئی جگہ عروج و ترقی یا اُٹھنے بیٹھنے کی باقی نہ رکھی بلکہ حضور عالم مکان سے تجاوز فرماکر مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے تو حضور کے رب نے حضور کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ نیز امام ہمام ابو عبد اللہ شرف الدین محمد قدس سرہٗ اُم القریٰ میں فرماتے ہیں۔

و ترقی بہ الی قاب قوسین

و تلک السیادۃ القعساء

رتب تسقط الامانی حسریٰ

دونھا ما وراءھن وراء

حضور کو قاب قوسین تک ترقی ہوئی اور یہ سرداری لازوال ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں کہ آرزوئیں اُن سے تھک کر گرجاتی ہیں، ان کے اُس طرف کوئی مقام ہی نہیں۔ امام ابن حجر مکی قدس سرہ المکی اُس کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں: قال بعض الائمۃ والمعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ سبعۃ فی السموات والثامن الی سدرۃ المنتھی والتاسع الی المستوی والعاشر الی العرش الخ۔ بعض ائمہ نے فرمایا شبِ اسرا دس معراجیں تھیں۔ سات ساتوں آسمانوں میں اور آٹھویں سدرۃ المنتہےٰ، نویں مستویٰ، دسویں عرش تک۔ سیدی علامہ عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقۂ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اسے نقل فرماکر مقرر رکھا حیث قال قال شھاب المکی فی شرح ھمزیۃ الابوصیری عن بعض الائمۃ ان المعاریج عشرۃ الی قولہ والعاشر الی العرش والرویۃ۔ معراجیں دس ہیں، دسویں عرش و دیدار تک نیز شرح ہمزیہ امام مکی میں ہے لما اعطی سلیمن علیہ الصلاۃ والسلام الریح التی غدوھا شھر ورواحھا شھر اعطی نبیا ﷺ البراق فحملہ من الفرش الی العرش فی لحظۃ واحدۃ و اقل مسافۃ فی ذلک سبعۃ الاف سنتہ و ما فوق العرش الی المستوی والرفرف لا یعلمہ الا اللہ تعالی جب

سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام کو ہوا دی گئی کہ صبح شام ایک ایک مہینے کی راہ پر لے جاتی۔ ہمارے نبی ﷺ کو براق عطا ہوا کہ حضور کو فرش سے عرش تک ایک لحہ میں لے گیا اور اس میں ادنیٰ مسافت (یعنی آسمان ہفتم سے زمین تک) سات ہزار برس کی راہ ہے اور وہ جو فوق العرش سے مستویٰ و رفرف تک رہی، اُسے تو خدا ہی جانے۔ اُسی میں ہے: لما اعطی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام الکلام اعطی نبینا مثلہ لیلۃ الاسراء وزیادۃ الدنو والرویۃ بعین البصر دشتان مابین جبل الطور الذی نوجی بہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام و مافوق العرش الذی نوجی بہ نبیا ﷺ جب کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو دولتِ کلام عطا ہوئی ہمارے نبی ﷺ کو ویسی ہی شبِ اسرا ملی اور زیادت قرب اور چشمِ سر سے دیدارِ الٰہی۔ اُس کے علاوہ اور بھلا کہاں کوہِ طور جس پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناجات ہوئی اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی ﷺ سے کلام ہوا۔ اُسی میں ہے رقیہ ببدنہ یقظۃ لیلۃ الاسراء الی السماء ثم الی سدرۃ المنتھی۔ ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف والرؤیۃ نبی ﷺ نے اپنے جسمِ پاک کے ساتھ بیداری میں شبِ اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی پھر سدرۃ المنتہیٰ پھر مقام مستویٰ پھر عرش و رفرف و دیدار تک۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ تعلیقاتِ افضل القریٰ میں فرماتے ہیں: الاسراء بہ علی یقظۃ بالجسد والروح من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ ثم عرج بہ الی السموت العلی ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی المستوی ثم الی العرش والرفرف نبی ﷺ کو معراج بیداری میں بدن وروح کے ساتھ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصےٰ تک ہوئی پھر آسمانوں پھر سدرہ پھر مستوی پھر عرش و رفرف تک فتوحاتِ احمدیہ شرح الہمزیہ للشیخ سلیمٰن الجمل میں ہے: رقیہ لیلۃ الاسراء من بیت المقدس الی السموت السبع الی حیث شاء اللہ تعالی لکنہ لم یجاوز العرش علی الراجح حضور سیدِ عالم ﷺ کی ترقی شبِ اسرا بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور وہاں سے اُس مقام تک ہی جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔ اُسی میں ہے المعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ سبعۃ فی السموات والثامن الی سدرۃ المنتھی والتاسع الی المستوی والعاشر الی العرش لکن لم یجاوز العرش کما ھوا لتحقیق عند اھل المعاریج معراجیں شبِ اسرا دس ہوئیں، سات آسمانوں میں اور آٹھویں سدرہ، نویں مستوی، دسویں عرش تک۔ مگر راویانِ معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا۔ اُسی میں ہے بعدان جاوز السماء السابعۃ رفعت لہ سدرۃ المنتھی ثم جاوزھا الی مستوی ثم زج بہ فی النور فخرق سبعین الف حجاب من نور مسیرۃ کل حجاب خمسمائۃ عام ثم دُلی لہ رفرف اخضر فارتقی بہ حتی وصل الی العرش ولم یجاوزہ فکان من ربہ قاب قوسین او ادنی جب حضور اقدس ﷺ آسمان ہفتم سے گزرے سدرہ حضور کے سامنے بلند کی گئی اُس سے گزر کر مقامِ مستوی پر پہنچے پھر حضور عالم نور میں ڈالے گئے، وہاں ستر ہزار پردے نور کے طے فرمائے، ہر پردے کی مسافت پانسو (۵۰۰) برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور کے لیے لٹکایا گیا، حضور

اس پر ترقی فرماکر عرش تک پہنچے اور عرش سے اُدھر گزر نہ فرمایا۔ وہاں اپنے رب سے قاب قوسین او ادنی پایا۔ **اقول** شیخ سلیمٰن نے عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح دی اور امام ابن حجر مکّی وغیرہ کی عبارات ماضیہ و آتیہ وغیرہا میں فوق العرش ولامکان کی تصریح ہی لامکان یقیناً فوق العرش ہے اور حقیقتاً دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ عرش تک منتہائے مکان ہے، اُس سے آگے لامکان ہے اور جسم نہ ہو گا مگر مکان میں تو حضور اقدس ﷺ جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور روح اقدس نے وراء الورا تک ترقی فرمائی جسے اُن کا رب جانے جو لے گیا پھر وہ جانیں جو تشریف لے گئے۔ اسی طرف کلامِ امام شیخ اکبر رضی اللہ عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتھٰے عرش ہے۔ تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی نہ اس لیے کہ سیر اقدس میں معاذ اللہ کوئی کمی رہی بلکہ اس لیے کہ تمام اماکن کا احاطہ فرمالیا اوپر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہیے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلب انور کی انتہا قاب قوسین اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے ورا کیا ہو گا کہ حضور نے اُس سے تجاوز فرمایا تو امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ کا ارشاد سنیے جسے امام عبد الوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت و الجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا کہ فرماتے ہیں لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ عن الافلاک والجنۃ والنار وان للرجل من نفذ بصرہ الی خارج لھذا الوجود کلہ وھناک یعرف قدر عظمتہ موجدہ سبحنہ و تعالٰی مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اُس کے احاطہ میں ہے، افلاک و جنت و نار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں۔ مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے۔ وہاں اُسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھُلے گی۔ امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ اور علامہ محمد زرقانی اُس کی شرح میں فرماتے ہیں: (و منھا انہ رای اللہ تعالی بعینیہ) یقظۃ علی الراجح (وکلمہ اللہ تعالٰی فی الرفیع الاعلٰی) علی سائر الامکنۃ و قدروی ابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ مرفوعا لما اسری لی قربنی ربی حتی کان بینی و بینہ قاب قوسین او ادنی نبی ﷺ کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، یہی مذہب راجح ہے اور اللہ عزوجل نے حضور سے اُس بلند و بالاتر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلٰی تھا اور بے شک ابن عساکر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شبِ اسرا مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اُس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔ اُس میں ہے: قد اختلف العلماء فی الاسراء بل ھو اسراء واحدا واسراء ان مرۃ بروحہ وبدنہ یقظۃ بروحہ و جسدہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم مناما من المسجد الاقصے الی العرش فالحق انہ اسراء واحد بروحہ وجسدہ یقظۃ فی القصنہ کلھا والی ھذا ذھب الجمھور من علماء المحدثین والفقھاء والمتکلمین علما کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو، ایک بار روح و بدنِ اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں یا بیداری میں روح و بدنِ مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجدِ اقصےٰ تک پھر خواب میں وہاں سے عرش تک اور حق یہ ہے کہ وہ ایک ہی اسرا ہے اور سارے

قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرشِ اعلیٰ تک بیداری میں روح و بدن اطہر ہی کے ساتھ ہے۔ جمہور علما، محدثین وفقہا و متکلمین سب کا یہی مذہب اُسی میں ہے۔ المعاریج عشرۃ (الی قولہ) العاشر الی العرش۔ معراجیں دس ہوئیں، دسویں عرش تک۔ اُسی میں ہے: قد ورد فی الصحیح عن انس رضی اللہ عنہ قال عرج بی جبریل الی سدرۃ المنتھی و دنا الجبار رب العزۃ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی مذلیہ علی مافی حدیث شریک کان فوق العرش۔ صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہیٰ تک عروج کیا اور جبار رب العزۃ جل جلالہ نے دنو و تدلی فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ اُن سے کم کا رہا۔ یہ تدلّی بالائے عرش تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: ورد فی المعراج انہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتھی جاءہ بالرفرف جبریل علیہ الصلاۃ والسلام فتناولہ فطار بہ الی العرش۔ حدیث معراج میں میں وارد ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پہنچے، جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے۔ وہ حضور کو لے کر عرش تک اُڑ گیا۔ اُسی میں ہے: علیہ یدل صحیح الاحادیث الآحاد الدالۃ علی دخولہ الجنۃ ووصولہ الی العرش او طرف العالم کما سیأتی کل ذلک بجسدہ یقظۃ صحیح احاد حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شبِ اسرےٰ جنت میں تشریف لے گئے اور عرش تک پہنچے یا عالم کے اُس کنارے تک آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔ حضرت سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فتوحاتِ مکیہ شریف، باب ۳۱۶ میں فرماتے ہیں: اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان خلقہ القرآن و تخلق بالاسماء و کان اللہ سبحنہ و تعالی ذکر فی کتابہ العزیز انہ تعالی استوی علی العرش علی طریق التمدح والثناء علی نفسہ اذکان العرش اعظم الاجسام فجعل لنبیہ علیہ الصلا والسلام من ھذا الاستواء نسبتہ علی طریق التمدح والثناء بہ علیہ حیث کان اعلی مقام ینتھی الیہ من اسری بہ من الرسل علیھم الصلاۃ والسلام وذلک یدل علی انہ اسری بہ صلی اللہ علیہ وسلم بجسمہ ولو کان الاسراء بہ رؤیا لما کان الاسراء ولا الوصول الی ھذا المقام تمدحا و لا وقع من الاعراب انکار علی ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا اور حضور اسمائے الٰہیہ کی خو و خصلت رکھتے تھے اور اللہ سبحنہ وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اپنی صفاتِ مدح سے عرش پر استوا بیان فرمایا تو اُس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس صفتِ استوا علی العرش کے پر تو سے مدح و منقبت بخشی کہ عرش وہ اعلیٰ مقام ہے جس تک رسولوں کا اسراء منتہے ہوا اور اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسرا مع جسم مبارک تھا کہ اگر خواب ہوتا تو اسرا اور اس مقام استوا علی العرش تک پہنچنا مدح نہ ہوتا نہ گنوار اس پر انکار کرتے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت و الجواہر میں حضرت موصوف سے ناقل انما قال علی سبیل التمدح حتی طھرت لمستوی اشارۃ لما قلنا من ان

منتہی السیر بالقدم المحسوس العرش۔ **نبی ﷺ کا بطور مدح ارشاد فرمانا کہ یہاں تک کہ میں مستوی پر بلند ہوا، اُسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ قدم جسم سے سیر کا منتہے عرش ہے۔ مدارج النبوۃ شریف میں ہے** فرمود ﷺ پس گسترانیدہ شد برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور او بر نور آفتاب پس درخشیدہ بآں نور بصر من ونہادہ شدم من براں رفرف و برداشتہ شدم تا برسیدم بعرش۔ **اُسی میں ہے:** آوردہ اند کہ چوں رسید آں حضرت ﷺ بعرش دست زد عرش بداماں اجلال دے۔ **اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:** جز حضرت پیغمبر ما ﷺ بالاتر ازاں ہیچ کس نہ رفتہ و آنحضرت بجائے رفت کہ آنجا جا نیست۔

برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں
اسرے بعبدہ است من المسجد الحرام
تا عرصۂ وجوب کہ اقصائے عالم ست
کانجا نہ جا ست نے جہت و نے نشاں نہ نام

نیز اُسی کے باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ فصل سوم زیر حدیث قدرای ربہ مرتین **ارشاد فرمایا:** بتحقیق دید آنحضرت ﷺ پروردگار خود را جل و علا دو بار یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہے بود دوم چوں بالائے عرش برآمد۔ **مکتوباتِ حضرت شیخ مجدد الف ثانی، جلد اول، مکتوب ۲۸۳ میں ہے:** آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام دراں شب از دائرہ مکان و زمان بیروں جست و از تنگی امکان برآمدہ ازل و ابد را آں واحد یافت و بدایت و نہایت را دریک نقطہ متحد دید۔ **نیز مکتوب ۲۷۲ میں ہے:** محمد رسول ﷺ کہ محبوب رب العلمین ست و بہترین موجودات اولین و آخرین بدولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی درگزشت و از مکان و زمان بالارفت۔ **امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:** قول المصنفین من الفقہاء وغیرھم قال رسول اللہ ﷺ کذا وکذا و نحو ذلک کلہ من قبیل المعضل و سماہ الخطیب ابو بکر الحافظ مرسلا وذلک علی مذھب من یسمی کل مالایتصل مرسلا۔ **تلویح وغیرہ میں ہے:** ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل۔ **مسلم الثبوت میں ہے: المرسل قول العدل قال علیہ الصلاۃ والسلام۔ فواتح الرحموت میں ہے:** الکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول۔ **انہیں میں ہے:** المرسل انکان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا دان من غیرہ فالاکثر و منھم الامام ابو حنیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ عنہم قالو یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقہ **الخ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:** لایضر ذلک فی الاستدلال بہ ھھنا لان المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعا۔ **شفاے امام قاضی عیاض میں ہے:** اخبر ﷺ لقتل علی وانہ قسیم النار۔ **نسیم الریاض میں فرمایا:** ظاھر ھذا ان ھذا مما اخبر بہ النبی الا انھم قالوا لم یروہ احد من المحدثین الا ان ابن الاثیر قال فی النہایۃ ان علیا قال انا قسیم النار قلت ابن الاثیر ثقہ وما ذکرہ علی لا یقال من قبل الرائی فھو فی حکم المرفوع **اھ ملخصا۔ امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:** عدم النقل لا ینفی الوجود۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تعلیماتِ رضا مسعودِ ملت کی نظر میں

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

| خصوصی نوٹ: یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی کے پہلے عرس کے موقع پر پیش کرنے کے لیے لکھا گیا تھا جو ۱۹ اپریل ۲۰۰۹ء کو P.E.C.H.S کمیونٹی سینٹر، کراچی میں منعقد ہوا تھا اور جس کی صدارت حضرت پیرِ طریقت مولانا آغا فضل الرحمٰن مجددی مدظلہ العالی فرمارہے تھے۔ دیگر شرکا کے علاوہ صاحبزادہ میاں محمد مسرور احمد نقشبندی مجددی مسعودی کی خصوصی دعوت پر حضرت علامہ مولانا محمد اجمل رضا قادری رضوی (رکن مشاورتی بورڈ، معارفِ رضا) بھی گجرانوالہ سے تشریف لائے تھے۔ اس طویل نشست میں چند علما کو مختصر گفتگو کا موقع دیا گیا جب کہ حضرت مسعودِ ملت کے متعدد فرزندانِ طریقت کو بہت زیادہ وقت دیا گیا جنھوں نے آنے والے مقررین کا خیال نہ کیا اور بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کے روحانی کمالات و کرامات پر گفتگو فرماتے رہے۔ نقیبِ مجلس جناب جاوید اقبال مظہری صاحب نے باوجود بعض مخلصین کے اصرار کے، وقت کی تنگی کا بہانہ کر کے احقر کو اپنا مقالہ پیش کرنے کا موقع نہ دیا اور نہ ہی صاحب سجادہ مسرور میاں نے اس پر کوئی توجہ دی۔ بہر حال اسٹیج سے رُخصت ہوتے ہوئے احقر نے اپنے مقالے کی ایک کاپی صاحبزاد مسرور میاں کو پیش کر دی تھی تا کہ وہ اپنے ماہنامہ "المظہر" میں شائع کر دیں۔ ہم "معارفِ رضا" کے قارئین کے افادے کے لیے اس شمارے میں اِس مقالے کو شائع کر رہے ہیں۔ مدیر |

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی ابن مفتی شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی (المتوفی ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) ابن مفتی شاہ محمد سعید نقشبندی مجددی دہلوی (المتوفی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) ابن مفتی شاہ محمد مسعود نقشبندی مجددی دہلوی (المتوفی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء) دہلی میں پیدا ہوئے اور ایک بامقصد زندگی گزار کر بالخصوص اپنے اسلاف کی خدماتِ اسلامیہ کو بھرپور متعارف کرواکر ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کو کراچی میں وصال فرماکر اپنے رب سے جاملے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا تعلق نہ صرف علمی بلکہ قلمی گھرانے سے تھا اور حُسنِ اتفاق سے آپ کا معاش تعلیمی ادارے سے وابستہ رہا جس کے باعث آپ کو علمی و قلمی میدان میں اپنے جوہر دکھانے کا بھرپور موقع ملا۔ آپ نے ۳۶ سال سندھ کے مختلف کالجوں میں تدریسی خدمات انجام دیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی قلمی نگارشات سے اپنے ہم عصروں میں سبقت حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ابتدائی دور میں ہی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی شخصیت اور تعلیمات کو اپنے قلم کا محور و مرکز بنالیا۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے حوالے سے اپنا پہلا طویل مقالہ "فاضل بریلوی اور ترکِ موالات" لکھا جس کی اشاعت نے ڈاکٹر صاحب کو جلد ہی پاک و ہند میں ایک مستند مؤرخ اور صاحبِ قلم کی حیثیت سے متعارف کروادیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کا قلم امام احمد رضا کی تعلیمات کے مختلف گوشوں سے لوگوں

کو آگاہی دینے لگا۔ جلد ہی ڈاکٹر صاحب ایک ماہر رضویات کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آگئے۔ مرکزی مجلس رضا لاہور، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا اور دیگر کئی اداروں کے آپ محبوب مصنف بن گئے اور قلمی میدان میں اپنا ایک نام پیدا کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا پر بہت کچھ لکھا اور مزید لکھنے والوں کی ایک طویل قطار اپنے پیچھے چھوڑ گئے اور نہ جانے کتنے ادارے یادگار بنا گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا کا تعارف عوام کے ساتھ ساتھ خواص کے طبقے میں بالخصوص جدید تعلیمی اداروں مثلاً کالجوں، جامعات اور دیگر ریسرچ مراکز میں کروا کر ایک اہم فریضہ انجام دیا جس کا فیض ڈاکٹر صاحب کو تاقیامت حاصل ہوتا رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۶۹ء تا ۲۰۰۸ء قلمی میدان میں ۲ شخصیات پر بہت زیادہ لکھا۔ سب سے زیادہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی پر اور اپنے سلسلۂ طریقت کے جدِّ اعلیٰ حضرت مجدّد الف ثانی پر لکھا اس کے علاوہ اپنے خاندان کے بزرگوں کی نایاب تحقیقات کو مرتب کر کے شائع کروایا۔

امام احمد رضا کی تصنیفی خدمات کیونکہ ہمہ جہت تھیں اس لیے انہوں نے امام احمد رضا کو اپنے تئیں ہر جہت سے متعارف کرانے کی سعی فرمائی جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ آپ نے امام احمد رضا کو کم از کم ۲۰ جہتوں سے متعارف کروایا مثلاً بحیثیتِ مترجم قرآن، مفسر قرآن، محشی کتب احادیث، محشی کتبِ فقہ، بحیثیتِ فقیہ، محدث، محقق، بحیثیتِ سیاست داں، مدبر، مفکر، بحیثیتِ مسلمان سائنس داں، بحیثیتِ شاعر، ادیب، ماہر لغت، بحیثیتِ ماہر تعلیم، مصلح، بحیثیت شیخ طریقت اور سب سے زیادہ بحیثیتِ عاشق رسول وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۶۹ء تا ۱۹۹۲ء بالخصوص امام احمد رضا پر از خود بہت لکھا اور بے شمار کتب، جو امام احمد رضا پر مختلف جہتوں سے لکھی گئی تھیں، ان پر مقدمات، پیش لفظ اور ابتدائیہ کے طور پر بھی بہت کچھ لکھا۔ ۱۹۹۲ء تا وصال انہوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی، ایم۔ فل اور ایم۔ اے، ایم۔ ایڈ کے مقالات اسکالرز سے لکھوائے جن کی تعداد بھی ۵۰ سے متجاوز ہے اور اگر وہ تمام مقالات شائع ہو جائیں تو وہ سب بھی ڈاکٹر صاحب کی خدمات کے زمرے ہی میں آئیں گے۔ اس لحاظ سے ڈاکٹر صاحب نے کم و بیش ۴۰ برس امام احمد رضا پر خود تحقیق کی اور ساتھ میں سینکڑوں اسکالرز اور محققین سے تحقیق کروائی اور امام احمد رضا کی تعلیمات کو روشناس کروا کر منوایا۔ اگرچہ آپ نے طویل عرصے تک امام احمد رضا کے افکار کو پڑھا اور اس پر لکھا مگر پھر بھی امام احمد رضا کے علوم کو وہ مکمل تعارف نہ کروا سکے جس کا اعتراف انہوں نے اس انداز میں کیا:

''حقیقت میں مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت اتنی ہمہ گیر ہے کہ سیرت کے تمام پہلوؤں کو سمیٹنا شخصِ واحد کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لیے ادارے کی ضرورت ہے جو خلوص و لگن کے ساتھ کام کرے۔''

(تقدیم، حیات مولانا احمد رضا بریلوی، ۱۹۸۱ء)

آپ اپنی کتاب محدثِ بریلوی کی تقدیم میں رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمہ عالم اسلام کے عظیم ''دانائے راز'' تھے۔ ان کی مؤمنانہ فراست و بصیرت اپنے زمانے سے آگے دیکھتی تھی۔ انہوں نے جو کچھ کہا، مستقبل نے تصدیق کی۔ وہ کون تھے؟ اللہ ہی بہتر

جانتا ہے، ہم نے آج تک ان کو نہ جانا نہ پہچانا۔

بائیس سال مطالعہ کے بعد یہ راز کھلا کہ "وہ علم و دانش کا ایک سمندر تھے"۔ ہم ابھی تک اس سمندر کے ساحل تک بھی نہ پہنچ سکے۔

امام احمد رضا کی شخصیت و فکر پر جو پردے پڑے ہوئے تھے ان کو اُٹھانے کے لیے راقم نے ۱۹۷۰ء سے امام احمد رضا کو موضوعِ تحقیق بنایا اور امام احمد رضا کی تلاش میں چل پڑا۔ اب تک چل رہا ہوں، پانے کی جستجو میں لگا ہوا ہوں۔ ایک منزل آتے ہی دوسری منزل نظر آنے لگتی ہے۔ شوقِ قلم کا رفیقِ سفر ہے، رواں دواں رکھتا ہے۔ اب تک نہ معلوم کتنی کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور کتنے مقالے قلم بند کیے جاچکے ہیں مگر قلم کا سفر ہنوز جاری و ساری ہے اور نہ معلوم کب تک جاری رہے۔" (تقدیم بر کتاب محدثِ بریلوی ۱۹۹۳ء)

ایک اور مقام پر تیس سالہ خدمات کو اس طرح سمیٹتے ہیں کہ:

"امام احمد رضا محدثِ بریلوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے۔ یہ فقیر تیس سال تک مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ وہ مجتہدینِ کبار، محدثینِ کرام، فقہائے عظام اور سلف صالحین کی عظیم یادگار اور سچے وارث تھے۔" (تقدیم بر کتاب القادیانیہ، ۲۰۰۲ء)

ڈاکٹر صاحب نے اپنی حیات میں اس بات کو بار بار محسوس کیا کہ دورِ حاضر کے علما ہر مسئلے میں اجتہاد کی باتیں کرتے ہیں اور اجتہاد کے دروازے کو وہ کھلا رکھنا چاہتے ہیں جس کے نتائج یقیناً اچھے نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان نام نہاد مجتہدین کی توجہ امام احمد رضا کی تحقیق کی طرف دلاتے ہوئے ان کو اپنے موقف سے رجوع کرنے کے لیے تجویز دی۔ ڈاکٹر صاحب کے خیالات ملاحظہ کیجیے:

"جدید مسائل میں کتاب و سنت اور فقہائے کرام کے طے کردہ اصولوں کی روشنی میں احکام کا استخراج کرکے مجتہد کی ضرورت کو چیلنج کرتے ہیں۔ دورِ جدید میں وہی لوگ مجتہد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو اپنے علمی خزانے سے بے خبر ہیں۔ ایسے لوگ اجتہاد کی آڑ میں سلف سے فرار کا ایک بہانا تلاش کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے نئے مسائل میں احکام کا استخراج کرکے بتادیا کہ مجتہد کی ضرورت نہیں البتہ علم فقہ پر بالغ نظری کی ضرورت ہے۔" (مقدمہ، جدّ الممتار علیٰ ردّ المحتار)

ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کی چند تحریریں جو آپ نے تعلیماتِ رضا کے سلسلے میں امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کے موقع پر تحریر کی تھیں:

۱۔ امام احمد رضا کے پیشِ نظر رسالے "مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء" کا موضوع شریعت و طریقت ہے۔ یہ رسالہ ایک سوال کا جواب ہے جس میں سائل نے پوچھا ہے کہ زید کہتا ہے کہ حدیث شریف "العلماء ورثة الانبیاء" کے مطابق علمائے شریعت، انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں اور عمرو اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے علمائے شریعت وارث نہیں بلکہ علمائے طریقت وارث ہیں۔

امام احمد رضا زید کے موقف کی تائید اور عمرو کے خیالات کی تردید میں آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور اقوالِ سلف صالحین سے استدلال کیا ہے اور ۱۶۰ اقوال پیش کیے ہیں جو اولیائے کاملین کے ارشادات ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ نے امام احمد رضا کے اس مقالے پر تقدیم لکھتے ہوئے دو اہم باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی آپ رقم طراز ہیں:

''اس رسالے کے مطالعے سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

ا۔ امام احمد رضا شریعت کے پاسدار اور محافظ تھے اور ایسے عالم کے لیے یہ گمان ہی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس کا کوئی قول یا عمل شریعت کے خلاف ہو سکتا ہے اور اگر کوئی ایسا خیال کرتا ہے تو یا تو بے خبری کی بنا پر ایسا کام کرتا ہے یا عناد کی وجہ سے سو ایسے حضرات اس قابل نہیں کہ ان کو اہمیت دی جائے یا ان کی طرف توجہ کی جائے۔

۲۔ امام احمد رضا بحیثیت فقیہ و مفتی بڑے مرتبے والے تھے۔ مسائل پر تبحر رکھتے تھے اور ہر مسئلے کو تفصیل و تشریح اور تحقیق کے ساتھ بیان فرماتے۔

آخر میں امام احمد رضا کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان کے معاصرین کے ہاں یہ بات نظر نہیں آتی۔ وہ فردِ فرید معلوم ہوتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ''فقیہ النفس'' تھے اور چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر مفتی و محقق تھے۔''

(تقدیم از ڈاکٹر محمد مسعود احمد بر کتاب ''مقال العرفاء باعزازِ شرع و علماء'')

(۲) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے سائنسی رسائل کی اشاعت پر بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا، یہاں امام احمد رضا کے رسالے ''فوزِ مبیں در ردِّ حرکتِ زمیں'' پر لکھے گئے پیش لفظ سے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔ یہ رسالہ اور اس جیسے دوسرے کئی رسائل میں امام احمد رضا نے قرآن و حدیث کے حوالوں کے ساتھ ساتھ سائنسی اور عقلی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ زمین و آسمان ساکن ہیں اور ان کے درمیان جتنے بھی سیارے، ستارے اور کہکشاں ہیں سب گھوم رہے ہیں اور امام احمد رضا نے اپنے ان رسائل میں آئن اسٹائن اور نیوٹن جیسے نام ور سائنس دانوں کا بھرپور تعاقب کیا ہے کاش کہ ہمارے مسلمان سائنس دان رسالوں کو بغور پڑھیں اور پھر مغرب کی فکر کا تعاقب کریں تاکہ آج کی دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو۔ ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کے چند خیالات:

''اس میں شک نہیں کہ مولانا بریلوی کے ان علمی رسائل کا مطالعہ فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ مولانا نے علم ریاضی وغیرہ میں جو لکھا اور جو کچھ قواعد و ضوابط منضبط کیے اس سے اہلِ علم استفادے کے ساتھ ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُن کی فکر کی رفتار کتنی تیز تھی اور وہ اپنے زمانے سے کتنے آگے چل سکتے تھے۔ عبقری شخصیات کا یہ امتیاز خاص ہے کہ وہ سرعتِ فکر و تحریر میں اپنے زمانے سے بہت بلند ہوتے ہیں۔ مولانا بریلوی نے سائنسی نظریات کے بارے میں جس انداز سے سوچا ہے اور جس انداز سے اُن پر تنقید کی ہے ممکن ہے اُن کے بعد بعض سائنس دانوں نے اُسی انداز پر سوچا ہو اِس لیے مولانا اور ایسے سائنسدانوں کے افکار کے تقابلی جائزے سے معلوم ہوگا کہ اولیتِ درایت کس کو حاصل ہے۔''

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''بہر حال پاکستان اور ہندوستان کے تحقیقی اور سائنسی اداروں کا فرض ہے کہ وہ مولانا احمد رضا بریلوی کی ایسی نگارشات کو منظرِ عام پر لائیں جن کا تعلق علوم جدیدہ سے ہو۔''

(پیش گفتار بر کتاب ''فوزِ مبیں در ردِّ حرکتِ زمیں'')

۳۔ امام احمد رضا نے ۱۹۲۰ء میں ہندوستان کے سیاسی

ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے ایک رسالہ ''دوام العیش فی لائمۃ من قریش'' کے نام سے لکھا جس میں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۲۰ء کی سیاسی اونچ نیچ کو اور بالخصوص انگریز کی فریب کاریوں اور ہندوؤں کی چال بازیوں سے آگاہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو مخاطب کرکے یہ رسالہ لکھا جس کا پس منظر مختصراً یہ ہے:

۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی جو کہ ترکوں اور انگریزوں کے درمیان تھی۔ انگریزوں نے چال چلی اور ہندوستان میں اعلان کردیا کہ اگر ہندوستانیوں نے اس جنگ میں ہماری مدد کی تو ہم اُن کو آزادی دے دیں گے۔ اس موقع پر ہندوستان کے اچھے اچھے سیاست دان اس جال میں پھنس گئے اور انگریز کا ساتھ دیا مگر جب انگریز ترکی مسلمانوں کے خلاف کامیاب ہوگیا تو وہ اپنے وعدے سے پھر گیا۔ انگریز نے پھر چال چلی اور ہندوؤں کے ذریعے مسلمانوں کا تحریکِ خلافت کی طرف رُخ موڑ دیا اور تعجب ہے اس تاریخ کے روحِ رواں آنجہانی گاندھی تھے اور مسلمان سیاست دان ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ اس کے بعد تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی جس کا مقصد ہی مسلمانوں کو بے دست وپا کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

امام احمد رضا نے تحریکِ خلافت چلانے والوں کے چھپے عزائم پہلے ہی روز بھانپ لیے اور رسالہ دوام العیش لکھ کر سیاست دانوں کے راز طشت از بام کیے اور خلافتِ اسلامیہ کی شرعی حقیقت وحیثیت کو واشگاف کیا اور یہ بتایا کہ تحریکِ خلافت میں سیاست دانوں کا مقصد ہرگز ہرگز سلطنتِ ترکیہ کی حفاظت وبقا نہیں بلکہ اس کے پردے میں مسلمانوں کو حاکموں کی نظر میں رُسوا کرنا، ہندوستان کی آزادی چاہنا اور ہندو حکومت قائم کرنا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ بعد کے حالات نے امام احمد رضا کے موقف کی تصدیق کردی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس رسالے پر ایک بہت ہی ضخیم اور پر مغز مقالہ تحریر کیا اگرچہ اس کو تقدیم کی حیثیت سے اس رسالے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے اس تقدیم کے لکھنے پر بہت محنت کی ہے اور بہت زیادہ مواد جمع کرکے تجزیہ کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر صاحب کے خیالات تحریری انداز میں۔

''امام احمد رضا اپنے وقت کے عظیم مدبر اور غیور سیاست داں تھے۔ سیاسی معاملات میں میانہ روی، اعتدال پسندی، مآل اندیشی اور تدبر و تحمل کے قائل تھے۔ انھوں نے منتشر قوم کی شیرازہ بندی کی جس نے ۱۸۵۷ء میں مینار عظمت و شوکت زمیں بوس ہوتے دیکھا تھا ان کے سیاسی افکار و نظریات کو سمجھنے کے لیے اُن کے لکھے ہوئے مندرجہ ذیل رسائل وکتب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۱۔ انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء
۲۔ اعلام اعلام بان ہندوستان دار السلام ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء
۳۔ تدبیر فلاح ونجات واصلاح ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء
۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
۵۔ المحجۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
۶۔ الطاری الداری لھفوات عبد الباری ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

ان رسائل کے مطالعے سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) امام احمد رضا سیاسی مصلحتوں کی بنا پر شریعت کے کسی حکم سے اعراض کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔

(۲) سیاسی معاملات میں اشتعال انگیزی اور جذباتیت کو ناپسند کرتے تھے۔

(۳) قوم پرستانہ سیاست پر وحدتِ ملی کو قربان کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

(۴) یہود و نصاریٰ ہندو و آتش پرست بلکہ تمام مرتدین و مشرکین کو مسلمانوں کا بدخواہ سمجھتے تھے اور ان سے سیاسی مفاہمت کو مسلمانوں کے لیے مضر و غیر مفید جانتے تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ نے اپنا طویل اور محققانہ مقالہ بعنوانِ تقدیم لکھنے کے بعد امام احمد رضا کی تعلیمات اور تحریر پر جو تبصرہ کیا وہ قابل ذکر ہے، آپ رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا ایک صاحبِ فکر و صاحبِ بصیرت، مدبر اور سیاست داں تھے۔ ایک فاضل کے قول کے مطابق، کسی مفکر کی اہمیت اس بات میں نہیں کہ وہ کتنے گھن گرج کے ساتھ رونما ہوا، کتنے آدمی شریک ہوئے، کس حد تک اس نے دنیا کا نقشا بدلا بلکہ اس بات میں ہے کہ

ا﴾ زندگی میں حسن و صداقت کے کتنے نامعلوم پہلو اس نے اجاگر کیے

ب﴾ جو صورتِ حال اس فکر کی محرک تھی اس کے ردِّ عمل میں کس مثبت اور قائم بالذات عمل کی تخلیق کی گئی۔

ج﴾ وہ فکر زندگی کے لیے کیسے اعلیٰ مقاصد اور اقدار کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ظلمت و بہیمیت سے نکال کر عدل و انصاف کی طرف لے جانے والا ہے؟

د﴾ اس کی فکر نے انسانی زندگی کے ان ممکنات کو کس درجہ وسیع کیا جو اس وقت تک ممکن نظر نہ آتے تھے جب تک وہ وقوع پذیر نہ ہوگئے؟

ہ﴾ اس کی فکر نے انسانی زندگی اور تاریخی ادوار پر کیسا اور کتنا اثر ڈالا؟

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ان کلیات کو پیشِ نظر رکھ کر امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو سمیٹتے ہوئے لکھا:

"اس معیارِ فکر کو سامنے رکھیے اور پھر دیکھیے کہ امام احمد رضا نے ملت اسلامیہ کو کیا کچھ دیا اور اپنی فکر و نظر سے کس طرح رہنمائی فرمائی۔ بلاشبہ امام احمد رضا اپنے دور میں ایسے یکتہ و تنہا فرد نظر آتے ہیں کہ زمانے کے نشیب و فراز سے جن کی فکر میں لچک پیدا نہ ہو سکی۔ ان کی فکرِ رسا معاصر شخصیات تو شخصیات، اداروں کی مجموعی فکر پر بھاری معلوم ہوتی ہے۔ روزِ اول انہوں نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی نجات ہندوؤں سے موالات و اتحاد میں نہیں یہ وہ زمانہ تھا جب قائدِ اعظم اور ڈاکٹر اقبال جیسے جلیل القدر زعما بھی ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے اور بہت سے دوسرے علما و عمائدین بھی شریک تھے۔ مگر چشمِ عالم نے دیکھا کہ جو امام احمد رضا نے فرمایا تھا تاریخ نے اس کی تصدیق کی اور جو ممکن نظر نہ آتا تھا بالآخر وہی ہُوا۔"

(تقدیم بر رسالہ دوام العیش)

۴۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کا ایک اہم گوشہ حاشیہ نگاری بھی ہے، جس فن کی ابتدا غالباً ساتویں صدی ہجری میں بتائی جاتی ہے اور سب سے پہلے محشّی یا حاشیہ نگار نجم العلما علی بن محمد بن احمد بن علی (م۶۶۷ھ) بتائے جاتے ہیں۔ حضرت امام احمد رضا نے اس فن کے حوالے سے بے شمار کتب: تفسیر، حدیث، فقہ اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، سِیَر و تاریخ وغیرہا کی کتب پر حاشیے لکھے ہیں جن کی تعداد کئی سو سے تجاوز کرتی ہے۔ یہ فن کیا ہے اور حاشیہ نگاری کس نوعیت کا فن ہے اس کے

لیے حضرت علامہ شمس الحسن شمسؔ بریلوی کے لکھے ہوئے ایک طویل مقالے بعنوان ''حاشیہ نگاری کی ابتدا اور بتدریجی ارتقا'' سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔ اس کے بعد امام احمد رضا کے ایک اہم ترین حاشیے ''جد الممتار علی رد المحتار'' پر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے تاثرات ملاحظہ کیجیے گا۔

علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء) نے امام احمد رضا کے چند حواشی پر مختصراً اظہار خیال کیا اور ساتویں حاشیہ نگاری پر ایک اہم مبسوط مقالہ لکھا جس کو بعد میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے دو جلدوں میں شائع بھی کیا اس کے چند اہم اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

''حاشیہ یا حاشیہ نگاری کیا ہے؟ حاشیہ اگرچہ شرح کی طرح لازمہ ہر سطر نہیں ہوتا، لیکن شرح سے زیادہ دقت نظر کا طالب و خواہاں ہے۔ محشی اپنے نقطۂ نظر سے جس جملے، جس کلمے یا جس لفظ کو تصریح و توضیح کے لیے ضروری خیال کرتا ہے اسی کو حاشیے کے لیے منتخب کرتا ہے کہیں معنی کی وضاحت مقصود ہوتی ہے، کہیں تصریح و توضیح کے بجائے وہ ماتن سے اختلاف کرتا ہے اور اسی اختلاف کو وہ ماتن کے معاصر دوسرے مصنفین اور ماتن کے پیشرووں کے بیان کے حوالوں سے مستدل و مبرہن کرتا ہے۔ کبھی خود ہی اختلاف پر دلیل پیش کرتا ہے۔ ان مراحل سے گزرنے کے لیے ضروری ہے کہ محشی کی نگاہ اُن تمام کُتُب تک پہنچی ہو جن کو وہ اپنے تعاقب میں بطورِ استدلال پیش کرسکتا ہو۔''

(امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد دوم، ص ۵۴)

حضرت علامہ شمسؔ بریلوی آگے چل کر مختلف عنوانات کی کتب پر حواشی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''کتبِ حدیث اور کتبِ فقہ پر حاشیہ نگاری اس اعتبار سے ایک بڑا مشکل مرحلہ ہے کہ ہر دو موضوعات پر ہزاروں کتابیں تصنیف و تالیف کی گئی ہیں۔ اصل متون کی صدہا شرحیں اور پھر ان شرحوں پر بے شمار اصحابِ علم و فکر کے اقوال بطور تائید یا تعریف موجود ہیں۔ محشی کی نظر سے جب تک یہ کتابیں نہ گزری ہوں نہ وہ حوالہ دے سکتا ہے نہ اپنے قول یا اپنے اعتراض کی تائید میں کسی حوالے کو پیش کرسکتا ہے نہ کسی کے قول کو دلیل بنا سکتا ہے۔ غرض یہ کہ محشی کے لیے وسعتِ مطالعہ، قوتِ استخراج و استدلال، جودتِ فکر و ذہن، تبحرِ علمی اور کمالِ فن ایسے لوازمات ضروریہ ہیں کہ ان کے بغیر وہ حاشیہ نگاری کے مشکل راستے پر قدم نہیں اٹھا سکتا اور ان لوازم کے ساتھ قوتِ تحفظ و تذکر بھی بہت ضروری ہے۔ پھر اس بیان پر اس قدر قدرت حاصل ہو کہ وہ اپنے اعتراض کو، اپنے تعاقب کو جو اس نے دوسرے پر کیا ہے مختصر سے مختصر الفاظ میں پیش کرسکے۔ ''حاشیہ تعلیقات یا باشرح تو نہیں ہے کہ تفصیل کا متحمل ہوسکے۔ حاشیہ نگاری میں حاشیہ نگار کی نظر اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ اکثر مقامات پر وہ ماتن کو راہِ صواب دکھاتا ہے اور اس کی غلطی سے آگاہ کرتا ہے۔''

(ایضاً)

آگے چل کر امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا نے جب اس راہ میں قدم رکھا تو باوجودیکہ ان اسلافِ ذوی الاحترام کے لوازمِ اعزاز و احترام قدم قدم پر انھوں نے پورے کیے ہیں لیکن جہاں

بات حق گوئی، حق نگاری کی آپڑی ہے وہاں انہوں نے اس کے بیان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی لیکن جو کچھ کہا ہے اس میں ادب کو ملحوظ رکھا ہے۔''

حضرت شمس مزید تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حاشیہ نگاری میں نہ صرف اعتراضات کو اپنا نصب العین بنایا بلکہ کہیں قولِ ماتن کی تصریح فرماتے ہیں جہاں قول ماتن کو شواہد و دلائل سے مستحکم و مبرہن کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو اس کے مطابق دلائل پیش کرتے ہیں۔ تعاقب صرف اسی جگہ فرماتے ہیں جہاں ماتن نے خطا کی ہے اور آپ اس کی نشاندہی اکثر لفظ ''صواب'' سے فرماتے ہیں تاکہ ادب کی قدروں پر حرف نہ آئے۔'' (امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد دوم)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ نے حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار کی اول جلد کی اشاعت کے موقع پر علامہ محمد احمد مصباحی کی خواہش پر ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا تھا اس میں سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

''رد المحتار'' سید محمد امین بن عمر عابدین حسنی الشامی (م۱۱۹۸ھ) کا حاشیہ ہے جو انھوں نے علاء الدین محمد علی بن علی محمد حصکفی (۱۰۲۵ء) کے حاشیے ''الدر المختار'' پر لکھا ہے اور الدر المختار محمد بن عبد اللہ احمد غزلی تمر تاشی (م۹۳۹ھ) کی کتاب ''تنویر الابصار'' کا حاشیہ ہے۔ امام احمد رضا نے ''ردّ المحتار'' کا حاشیہ ''جد الممتار'' تحریر فرمایا جو اپنی مثال آپ ہے۔ بظاہر یہ حاشیہ ہے لیکن حقیقت میں متن، شرح اور حاشیے کا مجموعہ ہے۔ اس سے نہ صرف حدیث و فقہ بلکہ بکثرت علوم و فنون میں امام احمد رضا کی جلالتِ شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

جد الممتار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا اس انداز سے تحقیق فرماتے ہیں کہ بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ تاریک گوشوں کو منور کرتے ہیں۔ کبھی ایک اصل کے تحت جزئیات جمع کر دیتے ہیں کبھی اصول کی روشنی میں جزئیات کا استخراج کرتے ہیں جس سے وسعتِ فکر و نظر اور قوتِ استنباط کا پتا چلتا ہے لغزشوں اور خطاؤں پر بھی گرفت کرتے ہیں مگر ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ بزرگوں کے حضور بہت جھکے رہتے ہیں اور اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

الجھی ہوئی گرہیں بڑی آسانی سے کھول دیتے ہیں۔ فقہی تبحر اور وسعتِ نظر کا حال نہ پوچھیے ان بلندیوں تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں جہاں فقہا کی نظر بھی نہ پہنچ سکی۔ جو حوالے صاحبِ در المختار اور صاحبِ رد المختار کی نظر سے رہ گئے ان حوالوں کا اضافہ کرتے ہیں۔ جو مسائل علامہ شامی کی نظر میں واضح نہ تھے ان کو واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔

جدید مسائل میں کتاب و سنت اور فقہاے کرام کے طے کردہ اصولوں کی روشنی میں احکام کا استخراج کرکے مجتہد کی ضرورت کو چیلنج کرتے ہیں۔ دورِ جدید میں وہی لوگ مجتہد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو اپنے علمی خزانے سے بے خبر ہیں ایسے لوگ اجتہاد کی آڑ میں راہِ فرار کا ایک بہانہ تلاش کرتے ہیں۔

امام احمد رضا نے نئے مسائل میں احکام کا استخراج کرکے بتادیا کہ مجتہد کی ضرورت نہیں، البتہ علم فقہ پر بالغ نظری کی ضرورت ہے۔''

(مقدمہ، جد الممتار علیٰ رد المحتار جلد دوم)

مسعودِ ملت! جہانِ رضویات کے قافلہ سالار

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری☆

امام احمد رضا فرشِ گیتی پر قدرت کا حسین انتخاب تھے۔ ان کا انتخاب دین وسنیت کی حفاظت وصیانت کے لیے ہی مقصد سے ہی کیا گیا تھا۔ عہد رضا کے طوفانِ بلاخیز سے دین کی کشتی کو سلامتی کے ساتھ ساحلِ نجات پر لگا دینا جتنا مشکل کام تھا اس عہد کے پس منظر اور پیش منظر سے واقف کار پر خوب آشکار ہے۔ کسی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

چاروں طرف ہیں دین کے دشمن بیچ میں تنہا میرا رضا
ایسے میں اسلام بچانا سب کے بس کی بات نہیں

مگر دنیا جان چکی ہے اس دور کو جس جیالے مرد کی ضرورت تھی۔ امام احمد رضا ویسے ہی نرالے فرد تھے۔ ایک امام احمد رضا میں خدائے قدیر نے اتنی خوبیاں بھر دی تھیں کہ ان کے عہد میں کوئی ان کا ہمسر وثانی، ہم پلہ ومقابل نہیں تھا۔ وہ ایسا چمکتا سورج تھے کہ تمام ستارے ان کی روشنی کے سامنے ماند پڑ گئے، علوم وفنون کے لولو ولالہ سے ان کا دامن ایسا مزین تھا کہ زمانے کو جب، جیسی اور جہاں ضرورت پڑے، امام احمد رضا حل المشکلات بن کر سامنے آجائیں، لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اسلام کا دامن اس سوال کے جواب سے خالی ہے، اور واقعی امام احمد رضا نے بھی کچھ اس انداز وادا سے دفاعی مورچہ سنبھالا کہ زمانہ انہیں امام اہل سنت کہنے پر فخر محسوس کرنے لگا۔ انہوں نے پچاس سالہ مدت میں تقریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں، ہر علم اور ہر فن کو زرخیز بنایا۔ سیاسی تحریکات کا مقابلہ کیا۔ سماجی تنظیم قائم کی۔ معاشی فروغ کا اصول دیا۔ باعزت زندگی گزارنے کا گہر بخشا۔ مصائب سے الجھ کر مسکرانے کا ہنر دیا۔ اور اپنے بعد چراغ فکر وعلم کی لو مدھم نہ ہونے پائے اس نیت سے خلفا وتلامذہ کی مضبوط جماعت قوم کے حوالے کی۔ انہیں جو کرنا تھا انہوں نے کیا مگر ان کے بعد ان کی تصانیف اور تصانیف میں چھپے علمی وفکری نگینوں کی جلوہ آرائی کے لیے کتنی چابک دستی دکھائی گئی۔۔۔۔ مخالفین نے ان پر الزام پر الزام لگائے۔ ناکردہ گناہوں کی سزا کے لیے صلیب ودار تیار کیے۔ ان کی کردار کشی میں مکروہ ہتھکنڈے استعمال کیے، تو کس نے سنجیدہ نوٹس لیا۔ کون تھا جو خلوص کا جمال، حق کا جلال، صداقت کا کمال اور علم کی ڈھال لے کر سینہ سپر ہوگیا۔ یہی وہ منزل ہے جہاں ہمیں ڈاکٹر مسعود احمد مظہری شدت سے یاد آتے ہیں اور یاد آتے رہیں گے، ایسا بھی نہیں ہے کہ کسی نے کچھ نہیں کیا، کیا مگر نئے دور کے تقاضے اور جدید علمی وتحقیقی اصول واسلوب کی منشا کے مطابق جس مہتم بالشان کام کی ضرورت تھی، خود امام احمد رضا کی علمی وتحقیقی بساط جس معیار کا مطالبہ کر رہی تھی، اس انداز میں کچھ بھی نہیں ہوا تھا اور ہوتا بھی کیسے؟ جس طرح چودہویں صدی ہجری میں دین کی حفاظت کے لیے خدا نے امام احمد رضا کو چن لیا تھا، ایسے ہی امام احمد رضا کے خرمنِ فکر ونظر، گلشنِ علم وفن، سیرت وشخصیت، اور ان کے آفاقی کارنامے کی حفاظت واشاعت کے لیے پروفیسر مسعود احمد مظہری کو چن لیا تھا۔ امام احمد رضا صرف مولوی نہیں تھے اپنے زمانہ کے مولائے سائنس بھی تھے۔ امام احمد رضا صرف مولانا نہیں تھے صوفی گر، صوفی باصفا بھی تھے۔ امام احمد رضا صرف قدیم علوم کے نباض نہیں تھے، جدید علوم کے غواص بھی تھے۔ ان میں فقہ کی گھن گرج۔ جدید سائنس کا کروفر۔ تصوف کا سوز وگداز۔ شعر وادب کا بانکپن۔ زبان وبیان کی شوکت۔ مصلح کی داری و دل سوزی۔ محرک کا طمطراق۔ محقق کی موشگافی۔ نقاد کی بخیہ دری۔ اور مجدد کی آئینہ بندی بیک وقت موجود تھیں۔ ایسے میں ضرورت تھی کسی ایسے مردِ مومن ومردِ آہن کی، جو ایسے ہمہ صفت موصوف کے علمی وعملی تعارف کا حق ادا کر سکے۔ امام احمد رضا کی شایانِ شان آگہی سے لوگوں کو کماحقہ آگاہ کر سکے۔ اتنی بڑی ذمے داری سے منصفانہ عہدہ

☆ مسجد اعلیٰ حضرت، مرول، ممبئی۔

برآ ہونے کے لیے ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں تھی۔ وہ بیک وقت عربی، فارسی، اردو، انگریزی کے ماہر استاذ تھے۔ دینی آغوش میں ان کی تربیت ہوئی تھی۔ اسلام وسنیت کی ہمدردی انہیں ورثے میں ملی تھی۔ جدید دانش گاہوں نے اعلیٰ ڈگریوں سے انہیں مفتخر کردیا تھا۔ اونچے اونچے عہدوں نے رفعتِ خیال کی حنابندی کردی تھی۔ تحقیقی موشگافیاں ان کی فطرت کا حصہ بنی ہوئی تھیں۔ اوران سب پر سلوک وتصوف کا زریں تاج ان کے فرقِ مبارک پر جگمگا رہا تھا۔ قدیم وجدید علوم وافکار، ان کے گلے کا ہار وسنگار بنے ہوئے تھے۔ ایک طرف امام احمد رضا کی متنوع زندگی کو دیکھیے اور دوسری طرف پروفیسر مسعود صاحب موصوف مرحوم کی بوقلموں حیات کا جائزہ لیجیے تو امام احمد رضا کے کارناموں کے تعارف کے لیے پروفیسر مسعود احمد کی ذات کو قدرتی انتخاب کہنے پر زبان مجبور ہوجاتی ہے۔ امام احمد رضا نے تحصیل علم کی غرض سے کسی کالج ویونیورسٹی کا دروازہ نہیں دیکھا تھا مگر ان کا علم فراواں کالج و یونیورسٹی کو بھی حیرت میں ڈالے ہوئے تھا، اس لیے وہ صرف مدرسے اور دار العلوم کی چیز نہیں تھے، مدرسے اور ہائی اسکول، دار العلوم اور کالج جامعہ اور یونیورسٹی کا تنہا سنگم تھے۔ ضرورت تھی کہ ان کا حقیقی مقام آشکار وعیاں کیا جائے، قدرت بھی چاہتی تھی کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت کا جھنڈا میرے رضا نے بلند کیا ہے، لہٰذا ان کی رفعت کا جھنڈا بھی بلند کردیا جائے اور اس کام کے لیے یہ مسعودِ ملت کی سعادت ہے کہ قرعۂ فال ان کے نام نکلا، یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ اگر انہوں نے اپنے افکار کا قبلہ امام احمد رضا کو نہ بنایا ہوتا تو دوسری طرف کتابوں کا انبار تو لگ جاتا اور بقول شخصے ''اگر انہوں نے افسانہ وناول کو موضوع بنایا ہوتا تو انہیں سونے چاندی سے تول دیا جاتا، یہ سب ہوتا اور بھی بہت کچھ ہوتا، مگر روحانی عظمتوں کا حصول شاید خواب وخیال ہی بن کر رہ جاتا۔ خدا جسے نوازنا چاہتا ہے تو گردشِ ایام کے ساتھ چلنے کا حوصلہ خود بخود پیدا ہوجاتا ہے۔ راہ خود بڑھ کے نشانِ منزل بتانے لگتی ہے۔

مسعودِ ملت کے لیے افکارِ رضا کی رفاقت ان کی حیات کی تابندگی وشگفتگی کے لیے شبنم کے چھینٹے ثابت ہوئے۔ وہ کھلے تو کھلتے چلے گئے۔ پھیلے تو پھیلتے چلے گئے، مہکے تو مہکتے چلے گئے۔

آفاق میں پھیلے گی کیسے نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

ان کے کام میں ایسا ایثار واخلاص۔ ایسی رواداری وحق نگاری۔ اورعلم وتحقیق کی ایسی اثر آفرینی تھی کہ مدرسہ مدرسہ ہی نہیں۔ کالج کالج۔ جامعہ جامعہ امام احمد رضا کا نام گونجنے لگا۔ کل امام احمد رضا نے خود ہی کہا تھا، آج ہم سب کہتے ہیں:

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستان

عجیب دلکشی ودل آویزی ہے اس عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا کے نام وکام میں، جو بھی قریب ہوتا ہے چمک اٹھتا ہے۔ ہاتھ لگاتا ہے بلند ہوجاتا ہے۔ جس احترام وعظمت سے آج ڈاکٹر مسعود احمد پکارے جارہے ہیں جس عزت و وقار کی مسند پر بٹھائے جارہے ہیں۔ مسعودملت اور سعادت لوح وقلم جیسے بلندوبالا القاب سے یاد کیے جارہے ہیں یہ امام احمد رضا کی نسبت کی برکت، اوران کے کام کے تعارف کی کرامت ہے کہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں۔ منتخب ہیں۔ نمایاں ہیں۔ فروزاں ہیں۔ جس طرح امام احمد رضا کا نام تابندہ ہے عشقِ مصطفیٰ کے حوالے سے، اسی طرح پروفیسر مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ کا نام رخشندہ ہے امام احمد رضا کے حوالے سے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج یونیورسٹی کی علمی ہلچل۔ تحقیقی ہماہمی۔ اور تنقیدی ہلچل میں امام احمد رضا کے علم وتحقیق کی آواز اگر سنائی دے رہی ہے بلکہ دور سے پہچانی جارہی ہے، تو اس کے فتحِ باب کا سہرا مسعودِ ملت کے سر ہے۔ اگر وہ خود یونیورسٹی کے آدمی نہیں ہوتے تو ان کی آواز بھی دوسری آواز کی طرح صحرا کی نذر ہوجاتی۔ امام احمد رضا کی پہچان کے لیے خدائی انتخاب پرہمیں رشک آتا ہے کہ پروفیسر مسود احمد خود یونیورسٹی کی

ایک قد آور شخصیت تھے۔ علمی وفکری حلقوں میں ان کا اپنا وزن واعتبار تھا۔ ان کی تراوشِ قلم کی لہروں میں اچھی اچھی تحریریں بہہ جاتی تھیں۔ وہ دیدہ وروں کی متجسس نظروں کا مشار الیہ تھے۔ ان کے مطالعہ وحاصلِ مطالعہ کا الگ رنگ وآہنگ تھا۔ ان کے اسلوب میں سحر کاری اور اظہارِ خیال میں کمال کی ندرت تھی۔ انہیں تہہ در تہہ لفظوں کے غلاف اور جملوں کے حجاب میں چھپے معنوی نگینوں کی تلاش میں خاص مہارت تھی۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے موضوع کا حق ادا کردیتے۔ اس طرح کالج کی فضا، یونیورسٹی کی دنیا اور پڑھی لکھی اعلیٰ سوسائٹی میں ان کی چھاپ ہی نہیں دھاک تھی۔ پھر یہ کہ جو کہہ دیتے حرفِ آخر سمجھا جاتا۔ جو لکھ دیتے انگلی رکھنے کی جگہ نہ رہتی۔ ایسے خوشگوار ماحول میں سعادتِ خداوندی سے امام احمد رضا کو جب انہوں نے اپنے فکر وخیال کے نشیمن میں بٹھا کر ان کی ذات وصفات سے علمی وتحقیقی پھوٹتی کرن کو سمیٹنا شروع کیا تو ایک طرف تصانیف مسعودِ ملت کا ذخیرہ بنتا چلا گیا تو دوسری طرف جس نے پڑھا مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس طرح معتقدین کا حلقہ بنتا چلا گیا۔ درجنوں عنوانات پر ایک طرف بادل کی اوٹ میں چھپا امام احمد رضا کا حقیقی جلوہ طشت از بام ہوا۔ دلوں کی دوریاں مٹیں۔ فاصلے سمٹے۔ بعد گیا۔ قرب آیا۔ نفرت گئی۔ محبت آئی۔ نہ پڑھنے کا عہد کرلینے والوں نے بھی امام احمد رضا کو پڑھا۔ خود فکرِ رضا سے اکتساب کرنے کا حوصلہ جاگا۔ جہانِ رضا نت نئے جلووں سے آباد ہوکر اپنے وجود کو منوانے لگا، دوسری طرف پروفیسر مسعود احمد کے تعلق سے بھی دینی وروحانی حلقوں میں عقیدت کی کرن جگمگائی۔ حلقۂ احباب وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ ان کا نام آتا تو جبینِ احترام جھک جاتی۔ ہوتے ہوتے امامِ اہلِ سنت اور مسعودِ ملت لازم وملزوم ہوگئے، جہاں رضا وہیں مسعود، جہاں مسعود وہیں رضا۔

میں سمجھتا ہوں پروفیسر مسعود صاحب کے توسط سے یونیورسٹی میں اگر بابِ رضا نہ کھلا ہوتا، اور یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم یافتہ سوسائٹی نے کام کا بیڑا نہ اٹھایا ہوتا تو مارکیٹ میں امام احمد رضا پر ہزاروں کتابوں کے آجانے کے بعد بھی تعارف تشنہ ہی رہتا۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب چونکہ قدیم صالح، جدید نافع کا سنگم تھے اس لیے یہ انہیں کا حصہ تھا کہ امام احمد رضا جیسی جامع شخصیت کا جامع تعارف کروا کر عالمی اسٹیج پر پیش کریں، دوسری طرف یہ باور کرائیں کہ جدید علوم چاہے ہمالہ کی چوٹی سر کرے اسلام بہرحال اسلام ہے وہ کسی کا محتاج نہ تھا نہ ہے نہ رہے گا، دیکھو ایک امام احمد رضا میں اتنے علوم وفنون یکجا ہیں کہ کئی یونیورسٹیوں کو جمع کروگے تب ایک امام احمد رضا کا پیکر تیار ہوگا۔ یہ بہت بڑا کام تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسعودِ ملت سے لیا، انہوں نے امام احمد رضا کی پہچان کروا کر اپنی پہچان محفوظ کروالی۔

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل
گل سے چمن چمن سے صبا اور صبا سے ہم

ان کا قلم خود نئے نئے یاقوت ومرجان اگلتا ہی تھا مزید ان کی خواہش وکاوش سے لکھنے والی ایک ٹیم تیار ہوئی اور معرکے کی کتابیں مارکیٹ میں آئیں۔ رضویات کو مستقل دبستان کی حیثیت سے انہوں نے متعارف کرایا۔ وہ اپنے قوتِ مطالعہ سے رضویات پر نئے نئے گوشے ڈھونڈ نکالتے، پھر ڈاکٹریٹ کے لیے افراد تلاش وتیار کرتے۔ رجسٹریشن ہونے تک فکرمند رہتے۔ رجسٹریشن کے بعد مسرت کا اظہار فرماتے۔ مبارکباد دیتے۔ اور اسکے بعد مسلسل رابطے میں رہتے، رابطے میں رکھتے۔ ضرورت پوچھتے۔ پریشانی دریافت کرتے۔ خود توجہ دیتے۔ اربابِ علم ودانش کی توجہ مبذول کراتے۔ موضوع پر مواد کی فراہمی کے لیے اداروں کو خط لکھتے۔ کتاب مہیا کراتے۔ یہ ان کی انہیں کی مخلصانہ کدوکاوش، والہانہ جدوجہد اور مومنانہ دانش وبینش کا نتیجہ ہے کہ رضا اور رضویات پر ڈاکٹریٹ کی غیر منقطع صف نظر آرہی ہے۔ کتنوں نے ڈگری حاصل کرلی۔ کئی ایک مقالے کی تدوین میں مصروف ہیں۔ کچھ کا رجسٹریشن ہوچکا ہے اور کچھ انتظار میں بے قرار ہیں۔ اور اس طرح ہم لوگ فخر سے کہتے ہیں کہ جس طرح امام احمد رضا

عالمی شخصیت ہیں اسی طرح ان پر پی ایچ۔ڈی بھی عالمی ریکارڈ ہے، امام احمد رضا دنیا کی پہلی شخصیت بن چکے ہیں جن پر اتنی پی ایچ ڈیز ہوئیں اور ہونے جارہی ہیں۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ وہ بڑے مخلص و کریم تھے۔ میں نے ہرگز ہرگز ڈاکٹریٹ نہ کیا ہوتا اگر موصوف نے میری ہمت نہ بندھائی ہوتی۔ میرے حوصلے کو مہمیز نہ کیا ہوتا۔ میرے عزم کے بجھتے چراغ کو اپنے کرم کا روغن نہ بخشا ہوتا۔۔۔۔اس لیے رسمی طور پر چاہے جو میرا گائیڈ رہا ہو میں نے اپنا اصلی گائیڈ ہمیشہ انہیں کو سمجھا۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنوں کے بیچ نہیں غیروں کے ہجوم میں، پھولوں کی سیج پر نہیں کانٹوں کی انجمن میں پی ایچ ڈی کی ہے، سنی گائیڈ کی رہنمائی میں نہیں وہابی گائیڈ کی رہبری میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ میرے گائیڈ جانتے تھے یا انہیں بتادیا گیا تھا کہ ''وہ رضا کے نیزے کی مار ہے'' ''دشمن احمد پہ شدت کیجیے، ملحدوں کی کیا مروت کیجیے'' ''اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں'' کا مخاطب کون ہے؟۔ اسی سے میری مشکلات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قدم قدم پر مسائل میرے استقبال کو تیار رہا کرتے تھے۔ یہ میرے تحت الشعور کی آواز تھی کہ مجھے انہیں کی رہنمائی میں پی ایچ ڈی کرنی ہے۔ اس لیے جب بھی پریشانی آتی یا آنے والی ہوتی تو میں فوراً مسعودِ ملت کو خط لکھتا اور وہ بھی فوراً میرے خط کا جواب دیتے، ٹوٹی آسیں بندھاتے۔ اور کچھ ایسی قیمتی باتیں بتاتے کہ میں تازہ دم ہو کر عازمِ سفر ہوجاتا۔ ''محققین رضویات کے لیے رہنما اصول'' جسے پروفیسر خورشید احمد سعیدی نے ''مکتوباتِ مسعودی'' کی روشنی میں ترتیب دیا ہے، ان میں کے کئی ایک نکات میرے نام خطوط سے ماخوذ ہیں۔ ان خطوط کی زیریں لہروں سے میرے تحقیقی درد کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ یہ مسعود ملت کی اولوالعزمی، وسیع النظری اور خردہ نوازی ہی ہے کہ فرض شناسی کے جوہر سے اس طرح شائقین کو مرصع کردیتے کہ لڑکھڑانے والا سرپٹ دوڑنے لگتا۔ اور دل تھام کر بیٹھنے والا بھی تیز گام ہوجاتا۔ اطمینانِ قلبی کے لیے صرف دو واقعات نذرِ قارئین ہیں:

ایک بار میرے سامنے بڑی مشکل اس وقت کھڑی ہوگئی جب یونیورسٹی کے اساتذہ نے علی الاعلان اعلیٰ حضرت پر انگریز نوازی کا الزام لگایا۔ میں نے اپنے اعتبار سے مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ سب اپنے موقف پر بہ ضد رہے۔ رفعِ الزام اور دفعِ ابہام کے لیے ثبوت میں میں نے کچھ کتابیں پیش کیں مگر کتابیں پڑھ کر بھی وہ صحیح رخ پر نہ لگ سکے۔ حضرت مولانا محمد بدر الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی ''سوانحِ اعلیٰ حضرت'' کو یہ کہہ کر نا قابلِ اعتنا قرار دیا کہ کتاب کا نام ''سوانحِ اعلیٰ حضرت'' ہے مگر موضوع اور مواد میں کوئی مطابقت نہیں ہے، پوری کتاب کا انداز مناظرانہ ہے، جو سوانحی تقاضے کے خلاف ہے، مصنف اگر بہ قیدِ حیات ہوں تو انہیں کہیے کہ اصولِ تحقیق و ترتیب متن کے ضابطوں کا وہ مطالعہ کریں۔ یہ کیا مطلب نام سوانح اور انداز مناظرانہ۔ چونکہ اس کتاب کا بہت چرچا تھا اس لیے بڑی امید سے ہم نے یہ کتاب دی تھی، مگر ان کے اس جواب سے امید کا ٹمٹماتا چراغ بھی گل ہوتا نظر آیا تو ناچار ہم نے اپنی پوری کیفیت مسعودِ ملت کو لکھی، موصوف مرحوم نے ایسا پیار بھرا خط لکھا کہ خوشیوں کی تتلیاں میری بلائیں لینے لگیں۔ میری ہمتوں کی ٹوٹی تیلیاں خود بخود درست ہونے لگیں۔ اور ساتھ میں اپنی لاجواب کتاب ''گناہ بے گناہی'' کا اردو انگلش دونوں ایڈیشن ایک درجن عطا فرمایا، کرشماتی طور پر اتنی جلدی یہ کتابیں آگئیں کہ میں حیران تھا کہ اسے مسعودِ ملت کی کرامت کہوں یا امامِ اہلِ سنت کا روحانی تصرف؟ اب جو ہم نے ''گناہِ بے گناہی'' ان حضرات کو دی اور واقعی ان لوگوں نے مطالعہ کیا تو غرورِ علم کی پیشانی پر پسینہ آگیا۔ فکر کا طمطراق بغلیں جھانکنے لگا۔ مصنوعی تصورات کی فولادی دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ مزعومی خیالات کے عنکبوتی گھروندے زمیں بوس ہوگئے۔ اعترافِ حق زبانِ غیر سے چیخ چیخ کر پکار رہا تھا کہ مولانا احمد رضا کو الزام کے بھنور میں پھنسایا گیا ہے۔ ان کا دامن بے غبار ہے۔ ان کا کردار صاف و شفاف ہے۔

ایک بار ''حدائقِ بخشش'' پر اعتراض کرتے ہوئے نقص نکالنے کی

کوشش کی گئی۔ چونکہ رات و دن شعر و سخن کی زلفوں سے کھیلنا، صبح و شام نزاکت زبان و بیان کی باہوں میں جھولنا ہی ان حضرات کا محبوب مشغلہ تھا اس لیے بہ زعمِ خود اپنی ادبی معلومات اور اپنی فنی مہارت پر انہیں ایسا ناز تھا کہ انہیں کا قد، قد رعنا تھا باقی سب بونا۔ وہ نعت جس کی ردیف ہے ''پھر تجھ کو کیا'' اس میں کئی فنی، معنوی، خامیاں نکالیں۔ تفحیک کا ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا۔ میرے لے ان سے زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں تھا، خطرہ تھا کہ کہیں کوئی بڑی رکاوٹ نہ کھڑی کر دیں۔ اس لیے مجھے ہر قدم سنجیدہ اٹھانا پڑتا تھا۔ کتنی مشکل سے وہ اس عنوان ''حضرت رضا بریلوی کا تصورِ عشق'' پر پی ایچ ڈی کے لیے تیار ہوئے تھے میں جانتا تھا۔ اس لیے ان سے الجھ کر میں بات بگاڑنا نہیں چاہتا تھا، ان کے جتنے بھی اعتراضات تھے مفصل ڈاکٹر صاحب کو بھیج دیے اور یہ کہہ کر بھیجے کہ جواب معقول چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے میرا وہ خط علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمۃ کو جواب کے لیے دے دیا۔ حضرت شمس بریلوی نے موضوعی، معروضی، معنوی، لفظی، فنی، علمی ہر اعتبار سے ان کے اعتراضات کو جانچا، پرکھا اور پھر ایسا مدلل جواب لکھا کہ وہ جواب جب ہم نے ان معترضین حضرات کے سامنے رکھا تو ان کا پندارِ علم خاک میں مل گیا اور بدیع و بیان کی مہارت کا نشہ عرق انفعال بن کر بہنے لگا۔ اس انہونی حالت پر میں خود ششدر تھا کہ آخر یہ کیا ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ خط کے ایک جملے نے سارا خمار اتار دیا ہے۔ وہ جملہ تھا ''اس قسم کا اعتراض وہی کر سکتا ہے جو بدیع و بیان سے جاہل اور مولانا احمد رضا کی مہارت سے غافل ہوگا۔'' جاہل اور غافل یہ دو لفظ ایسے تھے جن کی نشتریت سے وہ مہینوں مضطرب رہے۔ اور کچھ تو نہیں کر سکے البتہ ہمیشہ کے لیے اعتراض کرنا بھول گئے۔ یہ ہے ڈاکٹر صاحب موصوف کی رضویات سے ہمدردی۔ حکمتِ عملی، دور اندیشی، بالغ نظری۔ حضرت شمس بریلوی کی بدیع و بیان پر مہارت و غزارت عالم آشکار تھی۔ زمانہ معترف تھا اس لیے انہوں نے ان کا انتخاب کیا اور یہ انتخاب اتنا صحیح تھا کہ آج تک اس کی صحت کی برکت سے میں سرشار ہوں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ کیسے بھی ہو اعتراضات کے غبار سے رضا کا دامن صاف ہو جائے۔ اور ہمیشہ صاف رہے۔ حالانکہ رضا سے ان کا رشتہ نہ نسبی تھا نہ مشربی۔ وہ خان تھے یہ صدیقی۔ وہ قادری تھے یہ نقشبندی۔ یہ ان کے باصفا صوفی ہونے کی کامل علامت ہے کہ وہ ہر قسم کے امتیاز و تفریق، تعصب و تنفر سے بالاتر ہو کر، اوپر اٹھ کر سوچتے تھے۔ ان کی نگاہِ باطن نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا کہ رضویات کے پردے میں اسلامیات کی سچی خدمت ہو رہی ہے۔ امام رضا کی قربت، عشقِ مصطفیٰ کی جاں نواز خوشبو سے حیات کے گوشے گوشے کو معطر کر دیتی ہے۔ ایک بندۂ مومن کے لیے یہی تو حاصلِ حیات و کائنات ہے۔ بنابریں انہوں نے خود بھی رضویات کا شبستان آباد کیا اور شبستانِ رضویات میں جہاں جہاں بھی چراغ جل رہے تھے اس کو بجھنے نہیں دیا۔ شعاع کو مدھم ہونے سے بچایا۔ کسی کو انگلی پکڑ کے سہارا دیا۔ کسی کی کلائی پکڑ کر شاہراہِ رضویات پر لا کھڑا کیا۔ عالمی سطح پر رضویات کے کام کی نگرانی کی۔ وہ جس فرد کے قریب ہو جاتے امنگوں کا طوفان بھر دیتے۔ جس ادارے کے قریب ہو جاتے کام کی رفتار بڑھ جاتی۔ وہ چاہے مجلس رضا، لاہور، ہو یا ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی۔ وہ چاہے رضا اکیڈمی، ممبئی، ہو یا المجمع الاسلامی مبارک پور، سب نے ان کے علم بکف۔ علم بدوش۔ اور احساس بکنار زندگی سے استفادہ کیا ہے۔ وہ روشنی کا مینار تھے چمکنا اور چمکانا ان کی فطرت تھی۔ وہ خوشبوؤں کا عطر مجموعہ تھے مہکنا اور مہکانا ان کی عادت تھی۔ وہ آگہی کا سیل رواں تھے بہنا اور بہانا ان کی طبیعت تھی۔ انہوں نے رضا کو کیا اپنا آئیڈیل بنایا کہ رب نے راضی ہو کر اپنے مومن بندوں کا ان کو آئیڈیل بنا دیا۔ وہ نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز کا پیکرِ جمیل تھے، فکر رضا کی بے لوث دعوت و خدمت نے انہیں وہ تمغہ عطا فرمایا کہ وہ جہانِ رضویات کے قافلۂ سالار تسلیم کیے گئے ؏

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیرِ کارواں تم

×......×......×

کبھی تم رضا سے تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۵ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

ترجمۂ اعلیٰحضرت کے بارے میں غلط فہمی کا ازالہ

(از مولانا علامہ غلام رسول صاحب سعیدی، جامعہ نعیمیہ لاہور)

۱۳ مئی ۱۹۷۶ء کو روزنامہ نوائے وقت کی خاص اشاعت (شاعت ملی) میں کیپٹن شفیق خان کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قرآن پاک کی چند آیات کے ترجمہ میں احتیاط" جس جذبہ کے تحت کیپٹن صاحب نے یہ مضمون لکھا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جاہ و جلال اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے سامنے کسی بھی شخص کا ذاتی شکوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ کے آداب کا خیال نہ رکھے اس کو ضرور متنبہ کرنا چاہئیے۔ اس سلسلہ میں کیپٹن صاحب نے بجا لکھا ہے کہ اشرف علی تھانوی، محمود حسن اور مودودی صاحب اپنے اپنے تراجم میں ان آداب کو قائم نہ رکھ سکے اور لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر کے ترجمہ کے بارے میں انہوں نے جو یہ لکھا ہے "اس میں سوائے مولانا احمد رضا خاں کے دیگر مترجمین نے حضور سے لفظ گناہ، خطا یا کوتاہی کو منسوب کیا ہے جو آپ کی شان میں بے ادبی ہے" یہ بات بھی صحیح ہے۔ البتہ اعلیٰحضرت کے ترجمہ میں ان کو ایک اشکال واقع ہوا ہے جس کو دور کرنے کی خاطر یہ سطور سپرد قلم کی جا رہی ہیں۔ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات کے ترجمہ میں اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں تحریر فرماتے ہیں "اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔"

کیپٹن صاحب اس ترجمہ پر جو اشکال وارد کرتے ہیں وہ یہ ہے "مولانا احمد رضا خاں صاحب نے لفظ ذنبک کو خاصوں اور عام مسلمانوں سے منسوب کر دیا ہے۔ اس کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ لذنبک میں ک ضمیر واحد حاضر ہے مطلب صاف ہے تمہارے یا آپ کے گناہ"

اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ عربی زبان کا ایک قاعدہ ہے کہ بعض جگہ عبارت میں مضاف محذوف ہوتا ہے۔ یعنی الفاظ میں اس کا ذکر نہیں ہوتا لیکن معانی میں وہ ملحوظ ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے واسئل القریۃ $\frac{۱۲}{۸۲}$ اس کا لفظی ترجمہ ہے بستی سے پوچھئے لیکن یہاں لفظ اہل بطور محذوف ہے جس کی وجہ سے معنی ہے بستی والوں سے پوچھئے اسی طرح واشربوا فی قلوبہم العجل $\frac{۱}{۹۳}$ اس کا لفظی

نوٹ:۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی خط ارسال کریں۔

ترجمہ ہے ان کے دلوں میں گوسالہ پلایا گیا تھا یہاں بھی لفظ حُبّ بطور مضاف محذوف ہے اور اس کا معنی ہے "ان کے دلوں میں گوسالہ کی محبت پلائی یا رچائی گئی تھی" حذفِ مضاف کے اسی قاعدہ کے مطابق اس آیت میں لفظ خواص بطور مضاف محذوف ہے۔ یعنی اپنے خواص کے لئے بھی استغفار کیجئے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی۔ نیز احادیث سے ثابت ہے۔ کہ حضور اہل بیت اور اہل مدینہ کے لئے خاص شفاعت فرمائیں گے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی حضور کی شفاعت ہوگی۔ اعلیٰحضرت کا یہ ترجمہ ان احادیث کے مطابق ہے اور مفسرین میں سے امام رازی اور عارف صاوی وغیرہم نے بھی اس آیت میں حذفِ مضاف مان کر یہی تحریر کی ہے۔

آیۂ فتح۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ۔ اس کے ترجمہ میں اعلیٰحضرت نے لکھا ہے کہ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے" کیپٹن صاحب لکھتے ہیں" اس آیت اِنَّا فَتَحْنَا الخ کا ترجمہ کسی حد تک مولانا احمد رضا خاں نے محتاط قسم کا کیا ہے مگر موصوف نے لفظ تمہارے سبب اور تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کو استعمال کرکے مفہوم بالکل بدل دیا ہے۔ غالباً اگلوں سے مراد اجداد اور پچھلوں سے مراد حضور کے اہل بیت ہیں۔ آیت میں کوئی عربی لفظ ایسا نہیں ہے جس کے معنی سبب کئے جائیں۔ لفظ ذنبک صاف ہے ک کی ضمیر حضور سے متعلق ہے اور اس کے معنی تمہارے یا آپ کے ہوں گے۔" (حالانکہ)

عربی میں لام کئی معنے کیلئے آتا ہے ان میں سے ایک معنی سببیّت ہے اور آیت مذکورہ کے لفظ لَكَ میں لام ضمیر کاف پر داخل ہے جس کا صاف معنی ہوا کہ تمہارے سبب سے اور تفسیر خازن، روح المعانی، روح البیان میں اس لفظ کی یہی تفسیر کی ہے اس لئے کیپٹن صاحب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں کوئی عربی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی سبب کئے جائیں باقی رہا اگلوں، پچھلوں کا ذکر تو یہ معنی بھی بطور حذف مضاف کے ہیں یعنی ذنبک میں ضمیر کاف سے پہلے متقدمی و موخری بطور مضاف مقدر ہے اور یہ اسلوب عرب کے مطابق اور احادیث کے بھی موافق ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت آدم و حوا کی لغزش اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے دعا کے سبب معاف فرمائی۔ یہ تو اگلوں کی مغفرت ہوئی اور پچھلوں سے مراد امتِ محمدیہ۔ تو اس بارے میں کون شبہ کر سکتا ہے کہ امت محمدیہ کی مغفرت آپ کی شفاعت سے ہوگی۔ اس لئے اعلیٰحضرت کا یہ ترجمہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ

(بقیہ ص ۶) بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے" چنانچہ تفسیر خازن اور روح البیان میں بھی اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی گئی ہے۔

دینی، تحقیقی و علمی خبریں

حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا کامیاب دورۂ شام

جناب مولانا عطاالمصطفےٰ نوری مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کی اطلاع کے مطابق گزشتہ ماہ مئی میں حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری رضوی ازہری نے شام کا کامیاب دورہ فرمایا۔ شام کے علما و مشائخ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور آپ کے علمی و روحانی فیض سے استفادہ کیا۔ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے حسام الحرمین کے موقف کی بھرپور تائید کی اور حسام الحرمین سمیت اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی دیگر عربی کتب الدولۃ المکیہ اور انباء الحی وغیرہ کے دلائل ابراہین اور اس کی فصاحت وبلاغت کو بے حد سراہا۔

اس کے علاوہ علمائے شام نے حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی تین عدد عربی کتب کی سرزمین شام سے اشاعت کا اعلان کیا۔

"جشنِ فخرِ سُنّیت" تزک واحتشام سے منایا گیا

تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری کو جامعہ ازہر سے "فخر ازہر" ایوارڈ ملنے پر شاندار استقبالیہ پیش کیا گیا۔

"جامعہ ازہر سے حضور تاج الشریعہ کو فخر ازہر ایوارڈ ملنا یہ ہم سُنّیوں کے لیے باعثِ فخر ہے۔ آج دنیا کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ امام احمد رضا مجدد بریلوی اور اُن کا خانوادہ دنیائے سُنّیت میں کس حیثیت کے حامل ہیں۔ علمائے عرب و عجم نے ان کی دینی خدمات کو تسلیم کیا اور بالآخر حضور تاج الشریعہ کو فخر ازہر ایوارڈ پیش کیا گیا۔"

"آج اہلِ سنّت کے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا قادری کو دنیا کی سب سے بڑی دینی درس گاہ جامعہ ازہر نے فخر ازہر ایوارڈ پیش کر کے اہلِ سُنّت و جماعت میں اُن کی مستند حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے۔"

جانشین حضور مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا قادری کے اعزاز میں منعقدہ پروگرام "جشنِ فخرِ سُنّیت" میں علمائے کرام نے اظہارِ خیال فرمایا۔ رضا اکیڈمی، سُنی جمعیۃ العلما اور جماعت رضائے مصطفےٰ نے اس شاندار تقریب کا اہتمام ممبئی کے قیصر باغ، ڈونگری میں کیا۔ قیصر باغ کا ہال مسلسل نعروں سے گونج رہا تھا۔ جہاں علمائے کرام اور مشائخ عظام اور عوام الناس کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر یہاں جانشینِ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری کے اعزاز میں منعقدہ "جشنِ فخرِ سُنّیت" کی تقریب میں شرکت کے لیے آیا ہوا تھا۔ حضور تاج الشریعہ نے ۳ تا ۶ مئی، جامعہ ازہر، مصر کا چار روزہ دورہ فرمایا۔ جہاں بیسیوں علما و مشائخ سے ملاقاتیں رہیں۔ بہت سے علمانے آپ سے اکتسابِ فیض کیا۔ جامعہ ازہر نے آپ کی آمد پر خصوصی استقبالیہ دیا اور "فخر ازہر ایوارڈ" سے نوازا جو کہ کبار علما کو ہی دیا جاتا ہے۔ اسی خوشی میں مسلمانانِ اہلِ سنّت کی جانب سے حضورِ والا کی ممبئی آمد پر اس عظیم الشان اجلاس کا انعقاد کیا گیا۔ یہ تقریب سراج السالکین حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۷۵ویں یوم ولادت کے جشن کے آغاز کی ایک کڑی تھی، مزید پروگرام کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

دورانِ تقریب جب حضور تاج الشریعہ تشریف لائے تو تمام شرکا نے کھڑے ہو کر اپنے مخدوم و مقتدیٰ کا شاندار استقبال کیا۔ ہر کوئی اُن کے دیدار کے لیے کوشاں تھا۔ حضور

تاج الشریعہ کے ساتھ جانشینِ تاج الشریعہ حضرت مولانا عسجد رضا خاں صاحب، حضرت علامہ شعیب رضا نعیمی خاں اور مولانا عاشق علی صاحب تشریف لائے۔ جب کہ بعد نمازِ عشا پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن سے ہوا۔ بعدہٗ حمد و نعت سے پروگرام کو آگے بڑھایا گیا۔ حضرت مولانا محمد منصور علی قادری صاحب (سکریٹری جنرل آل انڈیا سُنّی جمعیۃ العلما) نظامت کی ذمے داری بحسن وخوبی نبھارہے تھے۔

جانشینِ حضور مفتی اعظم نے اپنی تقریر میں کہا: "جتنی دیر تک لوگوں نے میری تعریف میں اپنے حسنِ ظن کے مطابق کچھ کہا، اتنی دیر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں صاحب زدگان جو اپنے وقت کے آفتاب و ماہتاب تھے، اتنی دیر تک انہی حضرات کا تذکرہ ہوتا رہتا تو میرے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی اور یہاں پر جتنے شرکائے جلسہ ہیں، ان کے لیے بہت فیض و برکت اور بڑی سعادت کی بات ہوتی۔ یہ جو کچھ ہے وہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی کی بے لوث خدمتِ دین کا نتیجہ ہے جس کا ثمرہ آج ان کی اولاد کو مل رہا ہے۔ اور ان کی اولاد اور ان کے متوسلین اس حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی محبت جو سرکارِ ابد قرار جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کا یہ انعام ہے کہ اہلِ حق کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت اللہ تعالیٰ نے ڈال دی ہے کہ لوگ ان کے نادیدہ عاشق ہیں..."

حضرت نے مزید کہا کہ "جب علمائے عرب کے اذہان اعلیٰ حضرت کے خلاف پروپیگنڈہ سے صاف کیے گئے تو ان عرب علمانے کہا جس کو بریلویت کہا جاتا ہے اسی کی پہچان جو ہے اس رجالِ عرب میں صوفی ازم کے نام سے ہے۔ اہلِ سُنّت و جماعت کو وہاں صوفیا کے نام سے پہچانا جاتا ہے جس کو بریلویت کے نام سے یہاں پہچانا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی بے لوث خدمتِ دین کا نتیجہ ہے کہ ان کی پہچان سے ہماری پہچان ہے۔ اور یہ ہماری پہچان کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اُن کو یہ انعام دیا کہ اللہ کا دین اور رسول اللہ کا دین آج اعلیٰ حضرت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ تو یہ اعلیٰ حضرت کی حقانیت کا نتیجہ ہے۔ اور مَیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ فخر ازہر کا یہ ایوارڈ مجھے نہیں اعلیٰ حضرت کی روحانیت کو ملا ہے۔"

ممبئ و اطراف کے علما و مشائخ اس کثرت سے آئے تھے کہ اُن کے لیے اسٹیج ناکافی ہو گیا تو وہ یہاں وہاں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مقرر علما کرام مائک پر آتے اور اپنے ممدوح حضور تاج الشریعہ کے اوصاف، اخلاقِ حمیدہ، خدماتِ دینی اور کارہائے نمایاں پر روشنی ڈالتے جاتے۔ اور اس ایوارڈ کے ملنے پر حضرت کو مبارک باد پیش کرتے۔ وقفے وقفے سے نعت گو حضرات تشریف لاکر حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش فرماتے جن کی بدولت دنیا و آخرت میں کامیابیاں ہمارا مقدر بنتی ہیں۔ جن علما کے نام یاد رہ سکے وہ ہیں: مفتی محمود اختر صاحب، مولانا منصور علی خاں صاحب، مولانا مقصود علی خاں صاحب، مولانا خلیل الرحمن نوری صاحب، مولانا محمود عالم رشیدی صاحب، مولانا فرید الزماں صاحب، مولانا محمد امین صاحب، مولانا کلیم اللہ صاحب جوگیشوری، قاری نظام الدین صاحب، مولانا محمد سید ہاشمی میاں، مولانا سید محمد جیلانی میاں، سید شوکت صاحب، مولانا شفیع برکاتی صاحب، مولانا رقیب اعظم صاحب، مولانا ثاقب رضا صاحب، صوفی نور محمد صاحب وغیرہ۔ ان کے علاوہ دارالعلوم حنفیہ رضویہ، قلابہ، جامعہ قادریہ اشرفیہ اور دارالعلوم فیضانِ مفتیٔ اعظم کے اساتذہ و طلبہ شریکِ جلسہ تھے۔

تقریب کے تمام شرکا کو تاج الشریعہ کا نعتیہ دیوان "سفینۂ بخشش" (بہترین آرٹ پیپر سے مزیّن) مفت پیش کیا گیا۔ رات گئے پروگرام کا اختتام حضور تاج الشریعہ کی دعا اور صلوٰۃ و سلام پر ہوا۔

محمد عارف رضوی (سکریٹری رضا اکیڈمی، ممبئ)

مفتی تقی عثمانی کے پیغام پر تبصرہ

(بشکریہ ماہنامہ تحفظ، کراچی، جولائی ۲۰۰۹ء)

از: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی (مدیر، ماہنامہ "تحفظ"، کراچی)

24 مئی بروز اتوار دار العلوم کراچی (کورنگی کراچی) میں مفتی تقی عثمانی نے ایک اہم پیغام پاکستانیوں کو پہنچایا کہ ایک بزرگ کے خواب میں حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ پاکستان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے لہٰذا آپ لوگ سورۂ شمس کی تلاوت کثرت سے کریں۔ ستر ہزار مرتبہ پڑھیں اور آیتِ کریمہ "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" کا ورد کریں۔

اس خطاب کو سننے کے لیے درجِ ذیل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں:

1.www.mehboob e elahi.com.download.php?bayanid=1163 2: www.islam.yolasite.com/new.php

مفتی تقی عثمانی کے پیغام پر تبصرہ

اس خواب کو بیان کر کے مفتی تقی عثمانی صاحب نے مسلکِ حق اہلسنت کے چار عقائد تو تسلیم کر لیے:

1۔ خواب میں تشریف لا کر حقیقت سے آگاہ کرنا حضور ﷺ کی حیات کو ثابت کرتا ہے کیونکہ کبھی مردہ حقیقت سے آگاہ نہیں کر سکتا۔

2۔ خواب میں تشریف لا کر یہ خبر دینا ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے امتیوں کے حالات سے بعد از وصال بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے خبر دار ہیں۔

3۔ خواب میں تشریف لا کر آئندہ کے حالات کی خبر دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے علمِ غیب ہے۔

۴۔ خواب میں تشریف لا کر آنے والے عذاب سے آگاہ کرنا اور سورۂ شمس پڑھ کر اس عذاب سے نجات کا راستہ بتانا یہ ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ بعد از وصال بھی اپنے امیتوں کی مدد فرماتے ہیں۔

جس عقیدے کو تقی عثمانی نے تسلیم کر لیا اس کے متعلق مقتدائے دیوبند کا فتویٰ

مولوی رشید احمد گنگوہی (جو کہ دیوبندیوں کے اکابرین میں سے ہیں) نے اپنی کتاب فتاویٰ رشیدیہ کی دوسری جلد کے صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لیے علمِ غیب ثابت کرے وہ کافر ہے۔

اور فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ نمبر ۹۶ پر یہ لکھا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ کو علمِ غیب تھا، وہ مشرک ہے۔

اکابرِ دیوبند کے مطابق مفتی محمد تقی عثمانی کون؟

کافر یا مشرک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن الکریم

THE HOLY QUR'ĀN

KANZUL IMAN

(The Treasure of Faith)
(Urdu)
By
The Scholar of the Century
His Eminence
Maulana Shah Ahmad Raza Khan

Rendered into English
By
Prof. Syed Shah Faridul Haque

Published By

WIM

WORLD ISLAMIC MISSION
PAKISTAN (TRUST)

Room No. 502-503, 5th Floor, Uni Shopping Centre,
Shahrah-e-Iraq, Saddar, Karachi-74400, Pakistan.
Tel : (+92-21) 5676400-5219537 Fax : (+92-21) 5682521
E-mail : wim@inet.com.pk E-mail : wimpt@hotmail.com